SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, May 24, 1995

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at twenty eight minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

======================

Recitation from the Holy Quran

======================

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبح لله ما فی السموت و مافی الارض ہ وھوالعزیز الحکیم○

ایھا الذین امنو الم تقولون مالا تفعلون ہ کبر مقتاً عندالله ان تقولو

ا مالا تفعلون ○

ترجمہ: شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ۔ جو چیز آسمانوں میں ہے اورجو زمین میں ہے سب خدا کی تنزیہ کرتی ہے ۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے ۔ خدا اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں ۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین - Leave applications. جناب حافظ حسین احمد ادائیگی حج کے لئے تشریف لے گئے تھے اور مورخہ ۱۵ مئی تا ۱۸ مئی وہ اجلاس میں شرکت نہ کرسکے اسلئے انھوں نے ان

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, May 24, 1995

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at twenty eight minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

======================

Recitation from the Holy Quran

======================

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبح للہ ما فی السموت و مافی الارض ہ وھوالعزیز الحکیم ○

ایھا الذین امنو انم تقولون مالا تفعلون ہ کبر مقتاً عنداللہ ان تقولو

ا مالا تفعلون ○

ترجمہ: شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ۔ جو چیز آسمانوں میں ہے اورجو زمین میں ہے سب خدا کی تنزیہ کرتی ہے ۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے ۔ خدا اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں ۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین ۔ Leave applications. جناب حافظ حسین احمد ادائیگی حج کے لئے تشریف لے گئے تھے اور مورخہ ۱۵ مئی تا ۱۸ مئی وہ اجلاس میں شرکت نہ کرسکے اسلئے انھوں نے ان

تاریخوں کیلئے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب حافظ فضل محمد ۱۷۔۱۸ مئی کو اجلاس میں شرکت نہ کرسکے اسلئے انھوں نے ان تاریخوں کیلئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں ۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سید قاسم شاہ صاحب ناسازی طبیعت کی وجہ سے مورخہ ۱۸ مئی تا ۲۱ مئی اجلاس میں شرکت نہ کرسکے اسلئے انھوں نے ایوان سے ان تاریخوں کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: Next is the motion by Prof. Khurshid Ahmed. He has authorized Senator Ilyas Bilour to read this motion. Senator Ilyas Bilour.

Mr. Ilyas Ahmed Bilour: Thank you very much, Mr. Chairman. To move that under sub-rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of report of the Standing Committee on Finance, Revenue and Economic Affairs and Statistics on adjournment motions moved by Senators, Lt. Gen. (Retd.) Saeed Qadir, Syed Muhammad Fazal Agha, Raja Muhammad Zafar-ul-Haq and Abdur Rahim Khan Mandokhel in the Senate on 26th July, 1994 regarding the negative role of UBL Employees Union on the Bank's financial position and its reputation, be condoned till today.

Mr. Chairman: It has been moved by Senator Ilyas Bilour on behalf of Prof. Khurshid Ahmed under sub-rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation

of report of the Standing Committee on Finance, Revenue and Economic Affairs and Statistics on Adjournment Motions moved by Senators, Lt. Gen. (Retd.) SaeedQadir, Syed Muhammad Fazal Agha, Raja Muhammad Zafar-ul-Haq and Abdur Rahim Khan Mandokhel in the Senate on 26th July, 1994 regarding the negative role of UBL Employees Union on the Bank's financial position and its reputation, be condoned till today.

(Delay stands condoned.)

Item no.3, Senator Ilyas Ahmed Bilour.

REPORT OF THE STANDING COMMITTEE ON

FINANCE ON ADJOURNMENT MOTION

RE: UBL EMPLOYEES - PRESENTED.

Mr. Ilyas Ahmed Bilour: To present report of the Standing Committee on Finance, Revenue and Economic Affairs and Statistics on the adjournment motions moved by Senators Lt. Gen. (Retd.) Saeed Qadir, Syed Muhammad Fazal Agha, Raja Muhammad Zafar-ul-Haq and Abdur Rahim Khan Mandokhel in the Senate on 26th July, 1994 regarding the negative role of UBL Employees Union on the Bank's financial position and its reputation.

Mr. Chairman: The report of the Standing Committee stands presented. Item no.4, Ch.Muhammad Anwar Bhinder.

Ch. Muhammad Anwar Bhinder: Mr. Chairman, I beg to move that under sub-rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of report of the Standing Committee on the Islamabad Consumers Protection Bill, 1994, be condoned till today.

Mr. Chairman: It has been moved by Ch. Muhammad Anwar Bhinder under sub-rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of report of the Standing Committee on the Islamabad Consumers Protection Bill, 1994, be condoned till today.

(Delay stands condoned.)

Item no.5, Ch.Muhammad Anwar Bhinder.

REPORT OF THE STANDING COMMITTEE ON LAW AND JUSTICE

RE: ISLAMABAD CONSUMERS PROTECTION BILL 1994.

Ch. Muhammad Anwar Bhinder: Mr. Chairman, I present the report of the Standing Committee on Law Justice and Parliamentary Affairs on the Islamabad Consumers Protection Bill, 1994.

Mr. Chairman: Report stands presented. Fazal Agha Sahib.

جناب فضل آغا- جناب ۲۱ تاریخ کو آپ تشریف نہیں رکھتے تھے اس سے پہلے ۲۰ تاریخ کو Pakistan Television پر خبرنامہ میں کہا گیا تھا کہ پورے پاکستان میں load shedding اس سال نہیں ہورہی ہے اسلئے کہ پانی کا ذخیرہ کافی وافر مقدار میں موجود ہے اور سسٹم بھی improve کیا گیا ہے ۔ تو floor پر میں نے point raise کیا تھا کہ --- کیونکہ میں ابھی بلوچستان سے آیا ہوں اور دو دن پہلے میری Chief Engineer WAPDA سے ملاقات بھی ہوئی ہے اور وہاں پر ۸ سے ۱۰ گھنٹے minimum load shedding ہے اور voltage droppage and fluctuation اپنی جگہ ہورہی ہے جسکی وجہ سے وہاں زمینداروں کو بہت زیادہ تکلیف ہے کیونکہ سال میں ان کا ایک ہی فصل ہوتی ہے اور اس کے یہ دن ہیں جس کی وجہ سے زمیندار بہت پریشان ہیں- جناب این ذی خان صاحب نے فرمایا تھا کہ میں سارے کوائف اکٹھے کرکے اس ایوان میں statement دوں گا ۔ کل وہ بحث نہیں ہوسکی اس لیے میری گزارش ہے کہ ان کے

پاس رپورٹ آ چکی ہے وہ ہاؤس کو inform کریں کیونکہ situation بہت alarming ہے - بلوچستان کے زمینداروں کی فصل کے مئی سے لے کر ستمبر تک کے دن ہوتے ہیں اسی عرصے کے دوران ان کے باغات، تمباکو اور سبزیات وغیرہ ہوتی ہیں اور انہی دنوں میں ان کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جب کہ national ٹی وی پر WAPDA authorities کی طرف سے openly یہ کہا جارہا ہے کہ لوڈ شیڈنگ ختم ہو چکی ہے یہ پوری قوم کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے اور غلط بیانی کی جا رہی ہے اور پورا صوبہ آٹھ، دس گھنٹے کی تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے لوگوں کے گھروں کی تو خیر ہے لیکن وہاں پر واحد ذریعہ آمدن agriculture ہے اور سارا نظام ٹیوب ویل سے چلتا ہے اور بجلی کی یہ حالت ہونے کی وجہ سے صوبے کی معاشی حالت تباہی کی طرف جا رہی ہے - اس لیے میری گزارش ہے کہ جو بھی رپورٹ آئی ہے اس پر حکومت کی طرف سے ایک صحیح statement آنی چاہیئے اور حالات improve ہونے چاہئیں -

جناب چیئرمین - آپ کی بات ہوگئی - پوائنٹ آف آرڈر پر اتنی لمبی بات نہ کریں -

سید محمد فضل آغا - جناب میں ایک گزارش اور کرنا چاہتا ہوں - کل این ڈی خان صاحب نے فرمایا تھا کہ وہاں پر کچھ لوگ ادائیگی نہیں کر رہے ہیں - جو لوگ ادائیگی نہیں کر رہے ان کے کنکشن بے شک کاٹے جائیں لیکن جو ادائیگی کر رہے ہیں ان کو regular supply ملنی چاہیئے اور پاکستان کے باقی صوبوں کے برابر ان کو treat کیا جانا چاہیئے - مجھے امید ہے کہ حکومت کی طرف سے اس کا کوئی خاطر خواہ جواب آئے گا -

میاں رضا ربانی - جناب والا ! این ڈی خان صاحب علماء کے ایک وفد کے ساتھ مصروف ہیں ابھی آتے ہیں تو جواب دے دیں گے -

جناب آفتاب احمد شیخ - جناب والا ! ۹ دن اجلاس چلا اور آج دسواں دن ہے مجھے یہاں نہیں لایا گیا - یہ ۹ دن ضائع ہوئے یا سینٹ نے اس سے کچھ حاصل کیا، اور میں کن صورتحالات کے پیش نظر یہاں لایا گیا ہوں - اس سلسلے میں، میں آپ کی خدمت میں دو، چار باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں -

جناب والا ! میں آپ کا اور اپوزیشن کے تمام ارکان کا بے انتہا شکرگزار ہوں - اگر ان کا یہ تعاون حاصل نہ ہوتا تو میں غالباً آج بھی نہ آ سکتا - میں ایک ایک فرد کا جو اس طرف بیٹھا ہوا ہے،

شکرگزار ہوں۔ اس کے ساتھ میں اپنی ڈیوٹی میں فیل ہوں گا اگر میں اس طرف سے دو ، تین اصحاب کا شکریہ ادا نہ کروں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ intermittently میں نے محسوس کیا کہ lever کہیں سے دب رہا ہے تو ادھر pressure آ رہا ہے اور یہ lever اگر دبا ہے تو اس طرف ایک چشمے والے وزیر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک قانون کے fullfleged وزیر ہیں ، میں سمجھتا ہوں کہ ان دو حضرات نے وہ part ادا کیا جو کہ جمہوری روایات میں اور پارلیمنٹ کی بالادستی برقرار رکھنے میں ، ادا کیا جاتا ہے۔ میں ان کا بہت زیادہ شکرگزار ہوں۔ لیکن جناب والا ! میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جس بات پہ جھگڑا پڑا ، آپس میں تفرقہ ہوا ، difference of opinion وہ یہ بات تھی That we have to apply to the court for permission to attend the Senate session اسی پہ سارا جھگڑا ہوا اور اسی پہ ہم stand لیئے ہوئے تھے کہ 72(a) میں Chairman of the Senate or Chairman of the Standing Committee's production order is final. No question of any permission from any court وہ مجھے پورے 9 دن ڈرافٹ بھیجتے رہے کہ یہ دستخط کر دیں اور ابھی اسلام آباد جائیں اور میں 9 دن تک مستقل انکار کرتا رہا کہ میں اس ڈرافٹ پہ sign نہیں کرتا۔ جناب چیئرمین کل جس ڈرافٹ پہ میں نے sign کئے وہ وہی ڈرافٹ ہے جو میں چاہتا تھا یعنی

it was not addressed to the court, it was only the information for the Superintendent Central Jail Hyderabad that the Senate Session is going on, please make arrangements for my intents for attending the session. So, therefore, Mr. Chairman,

میں خود نہیں آیا ہوں ۔ آفتاب شیخ کو سینٹ میں نہیں لایا گیا بلکہ آپ کی رولنگ کو ہار پہنا کر سینٹ میں لایا گیا ہے ۔ آپ کی رولنگ کی کامیابی ہے کہ consciously, deliberately میں نے stand لیا اور stand لینے کے بعد 9 دن میرے اس stand میں مدد کی اور آخر میں یہ ہوا کہ حکومت کو give in کرنا پڑا and had to give in اور اس میں ان دو اصحاب کا بڑا fair contribution تھا جس کی وجہ سے مجھے یہاں لایا گیا میں ان کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں۔ میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے دو چھوٹی چھوٹی باتیں کروں گا۔

میں یہاں اپنے پارٹی لیڈر سینیٹر اشتیاق اظہر کا شکریہ ادا کروں گا ۔ انہوں نے اپنی ڈیوٹی fullfledged طریقے سے انجام دی روزانہ کھڑے ہو کر اس بات کو اٹھایا ۔ اس کے بعد جس

ہستی کا ذکر کرنا یہاں بے انتہا ضروری ہے جو بذات خود ایک ادارہ ہیں اور بذات خود ان کی اتنی اہمیت ہے اور جس انداز سے انہوں نے اس بات کو آگے بڑھایا وہ اتنی، جامع اور پر اثر تھی کہ اخبارات بتا رہے تھے کہ کس طریقے سے یہ بات ہوئی ہے ۔ آپ کا کردار بلاشبہ قابل تعریف ہے کیونکہ آپ نے اس پر stand لیا ۔ اس ہستی کا نام ہے راجہ ظفر الحق۔

I am grateful to Raja Zafarul Haq . I am grateful to Senator Ishtiaq Azhar and above all Mr. Chairman I am grateful to you because you have upheld the dignity of this Parliament and this House.

آپ میرے grateful ہوں یا نہ ہوں کیونکہ میں نے 9 دن suffer کیا اور اپنے stand پر قائم رہا ۔ میں نے وہی sign کر کے دیا جس پر کورٹ کا نام نہیں تھا اور آئندہ بھی

I assure this House that I would stand by it , I will stand by the glorious traditions of this Parliament. I will stand by the principle and supermacy of the Parliament. Mr. Chairman , I am thankful to you for the help extending to me. I am thankful to all my brothers who have extended the help to me. I am thankful to Raja Zafar-ul-Haq , I am thankful to Senator Ishtiaq Azhar. Thank you very much Mr. Chairman.

Mian Raza Rabbani: Sir, I am grateful to you and I am also thankful to Senator Aftab Ahmad Sheikh for the compliments that he has given but I think perhaps the compliments are misled because the position of the Government has throughout remained consistent whether it has been the question of Rule 90 or the implementation of Rule 72-A. We have always stated that we respect and have great regard for the ruling of the Chair whether it is in the National Assembly or it is in the Senate and we have always maintained that it is the position of the Government that as far as it is practicably possible, the Government would ensure that the rulings of the Chair are adhered to. With reference to Rule in question the Government has taken a consistent and

continued position and I would like to tell you this juncture from the floor of this House that there has been no change in the position of the Government. Senator Aftab Shaikh is present and that speaks for the respect that the Government has for the ruling of the Chair whether it is the National Assembly or the Senate and we are also satisfied that the procedure which we have always maintained that would be necessary for the implementation of the ruling has been adhered to and that Senator today is present in the House. Thank you, Sir.

POINT OF ORDER RE: OBEYING RULINGS OF THE CHAIR REGARDING PRODUCTION OF DETINUES.

جناب چیئرمین: جی راجہ صاحب۔ راجہ صاحب کچھ کہنا چاہ رہے ہیں۔

راجہ محمد ظفر الحق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین میں محسوس کرتا ہوں کہ ایوان کا ماحول کل سے کس قدر مختلف ہے کہ کل ہم اس بارے میں مایوس تھے پریشان تھے کہ آپ کے پروڈکشن آرڈر کے اوپر سینیٹر آفتاب احمد شیخ کو نہیں لایا جا رہا اور روز بروز تاریخیں پڑ رہی ہیں۔ آج ان کی یہاں موجودگی ہمارے لئے نہایت اطمینان اور خوشی کا باعث ہے۔ اور اس میں کوئی دو رائے نہیں ہو سکتی کہ یہ کوئی اپوزیشن یا گورنمنٹ کی ہار یا جیت کا معاملہ نہیں ہے یہ اس ایوان کے وقار کا مسئلہ تھا قانون اور آئین کو برقرار رکھنے کا مسئلہ تھا۔ جس میں آپ کی رولنگ کی supermacy اصل میں پارلیمنٹ کی supermacy کو ثابت کرتی تھی۔ لیکن یہ بات ممکن نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ ہمارے دوست ملک قاسم صاحب، رضا ربانی صاحب، این ڈی خان صاحب اس معاملے میں پورا تعاون نہ کرتے اور کوشش نہ کرتے۔ لہذا جب میں اس اطمینان کا اظہار کرتا ہوں تو یہ برمحل ہوگا اگر میں ان کا اس لحاظ سے شکریہ ادا کروں کہ انہوں نے بھی اپنا رول ممبر آف دی پارلیمنٹ کے طور پر اور ایک ذمہ دار ارکان کے طور پر صحیح ادا کیا ہے جس کی وجہ سے آج شیخ آفتاب یہاں موجود ہیں۔ ہمارے لئے یہ مزید اطمینان کا باعث ہوتا اگر سینیٹر سعید قادر بھی یہاں موجود ہوتے۔ وہ زیادہ دور بھی نہیں یہاں ہسپتال میں ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ گو کہ وہ بیمار ہیں،

ہسپتال میں داخل ہیں دل کے مریض ہیں لیکن ہمیں یہ توقع تھی کہ خواہ انہیں یہاں لا کر کے بے شک جیل بھی بھیج دیا جاتا لیکن وہ اس لحاظ سے مناسب تھا کہ اس معاملے میں کوئی پیش رفت نہ ہو ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ آج تو شاید یہ سیشن ختم ہو رہا ہے۔ آئندہ جب اجلاس ہوگا تو انہیں بھی لایا جائے گا۔ اور یہ ماحول برقرار رکھنے کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ پارلیمنٹ کو جو اپنا کردار ادا کرنا ہے وہ تعاون ہی سے ہو سکتا ہے۔ وہ باہمی افہام و تفہیم سے ہو سکتا ہے۔ اگر ہم یہاں اس ادارے میں بیٹھے ہوئے بھی ایک دوسرے کو accommodate کرنے کو تیار نہ ہوں تو باقی قوم سے ہم کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔ مختلف طبقات سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ ملک کو درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک متفقہ اور مشترکہ پلیٹ فارم یا موقف اختیار کریں۔

کل میں نے بی بی سی پر رات کو سنا کہ کراچی کے ان حالات کے نتیجے میں یا بعد میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ جو سینیٹر یہاں ایوان میں موجود ہیں گو کہ وہ custody میں ہیں، سینیٹر اشتیاق اظہر صاحب اور سینیٹر نسرین جلیل صاحبہ یہ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جن کے خلاف مقدمات درج کر دیئے گئے۔ قتل کے مقدمات، آگ لگانے کے مقدمات یہ سارے مقدمات ان کے خلاف درج کر دیئے گئے ہیں جبکہ وہ یہاں موجود ہیں۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی اچھی روایت نہیں ہے حکومت کو یہ چاہیئے کہ اس آگ کو ٹھنڈا کرے۔ جو کراچی میں موجود ہے۔ عام تاثر یہ پھیلتا جا رہا ہے کہ حکومت صرف اپنی ریاستی طاقت کے ذریعے سے اس مسئلے کو دبانا چاہتی ہے اور جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے یہ معاملہ آگے ہی بڑھتا جا رہا ہے۔ آج اخبارات میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ کوئی سات سو کے قریب لوگوں کو گرفتار بھی کیا گیا ہے ۔ جن کا تعلق ایم کیو ایم سے ہے۔ وہ کراچی میں ہی نہیں بلکہ چاروں صوبوں میں بشمول اسلام آباد، پشاور بھی اس میں شامل ہے۔ تو یہ رویہ ہم یہ سمجھتے ہیں دیانتداری سے ان سے اپیل بھی کریں کہ آپ اس پر نظرثانی کریں۔ ہر معاملے کا حل طاقت کا استعمال نہیں ہے، ہر معاملے کا حل مخالف کو دیوار کے ساتھ لگانا نہیں ہے کیونکہ دنیا میں وہ زمانہ چلا گیا کہ جب ایک جبر کی طاقت دوسرے مخالفین کو بالکل صفر کر کے رکھ دیتی۔ یہ قانون قدرت کے بھی خلاف ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور اب جبکہ ملک کے اندر ایسی کیفیت موجود ہے کہ گورنمنٹ اور اپوزیشن کی قوت عوامی سطح کے اوپر بھی۔ اگر اپوزیشن کی زیادہ نہیں تو برابر ہی سمجھ لیجئے، ایوانوں میں بھی پوزیشن کم و بیش ایسی ہے، اس لحاظ سے حکومت کا یہ رویہ حالات کو درست نہیں کرے گا۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب وزیراعظم صاحبہ ملک سے باہر

جاتی ہیں۔ جس ملک میں بھی جاتی ہیں تو کیا ان ممالک کو یہ پتا نہیں لگتا ہو گا کہ خود ملک کے اندر کیا کیفیت ہے۔ لاء اینڈ آرڈر کی کیا کیفیت ہے۔ باہمی کشمکش کی کیا کیفیت ہے؟ اس لئے یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جیسے پرسوں انڈیا کے آرمی چیف نے یہ بیان دیا ہے کہ پاکستان ایک proxy war کشمیر کے اندر لڑ رہا ہے۔ میں اس کے اس بیان کو seriously لیتا ہوں اور ہمیں کوئی ایسا طرز عمل اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اس کی ذمہ داری جہاں اپوزیشن پر ہے وہاں اس سے کہیں بڑھ کر گورنمنٹ کے اوپر بھی ہے کہ وہ کوئی ایسا راستہ اختیار نہ کرے کہ دنیا پر عموماً اور خصوصاً مخالف قوتوں پر یہ ظاہر ہو کہ یہ لوگ اندر سے آپس میں اتنے پھٹے ہوئے ہیں کہ پاکستان شاید اپنے دفاع کے لئے' اپنے vital interest کی حفاظت کے لئے کوئی موثر کردار ادا نہ کر سکے۔ اس لئے ان across the borders threats کو seriously لیں اور جو mechanizations ہو رہی ہیں' جو conspiracies ہو رہی ہیں پاکستان کے خلاف ان ساری چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں ایک بار پھر حکومت سے اپیل کرتا ہوں کہ حکومت اپنا رویہ تبدیل کرے اس کو reveiw کرے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ ایک قدم بڑھیں گے تو ہم ان کو دو قدم آگے بڑھ کر دکھائیں گے اور کبھی بھی ایسا نہیں ہو گا کہ national interest کا معاملہ ہو اور پھر ہم مخالفت برائے مخالفت کریں' ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ لیکن حکومت کا جو رویہ اس وقت تک ہے وہ قابل افسوس ہے انہیں اس پر نظرثانی کرنی چاہیئے' اسے بدلنا چاہیئے اور اپنے رویہ کو درست کرنا چاہیئے۔ شکریہ جناب۔

جناب چیئرمین، جی جناب این ڈی خان صاحب۔

پروفیسر این ڈی خان : شکریہ جناب چیئرمین۔ راجہ صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس کے پیش نظر بالخصوص افہام وتفہیم کے لئے جو انہوں نے فرمایا ہے اس سلسلے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی یقین دہانی کروں کہ حکومت کا کبھی بھی انتقامی رویہ نہیں رہا۔ حکومت کبھی بھی یہ نہیں چاہتی کہ حزب اختلاف بے مقصد تصادم میں ملوث رہے بلکہ ابتدا سے حکومت کی یہ کوشش رہی ہے کہ جمہوری نظام اور اداروں کو مستحکم کرنے کے لئے حزب اختلاف اپنا وہ واجبی کردار ادا کرے جو پارلیمانی نظام جمہوریت میں مروجہ ہوتا ہے اور اس فلور کے اوپر ہمیشہ راجہ صاحب کی طرف سے فراخدلی کا مظاہرہ ہوا ہے اور ہماری طرف سے اسی قسم کا ردعمل بھی ہوا ہے۔ لیکن یہ بات جماعتی طور پر لیڈر آف دی اپوزیشن کو اس کے لئے مناسب ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اور میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہماری جانب سے ہمیشہ مثبت ردعمل ملے گا اور آج بھی آفتاب شیخ صاحب کی آمد کے سلسلے میں بھی ان کے علم میں ہے کہ میں نے کل بھی یہ بات کہی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہو سکتا ہے کہ وہ کل تشریف لے آئیں۔ اور کبھی ریکارڈ پر یہ بات نہیں دکھا سکتے کہ حکومتی حلقوں کی جانب سے، میری جانب سے یا وزیر قانون کی جانب سے سپیکر کی رولنگ یا چیئرمین کی رولنگ کے سلسلے میں ان کے احترام، اس کمی جو respect ہے، اس کی جو قدردانی ہے، اس کے بارے میں کبھی کوئی منفی بات نہیں کی گئی ہے۔ لیکن حکومت نے ہمیشہ اپنے نقطہ نظر کو بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ جو تکنیکی تقاضے ہیں ان کو پورا کیا جانا چاہیئے اور ہمیشہ سینیٹرز بھی فلور پر آتے ہیں اور ممبر آف دی قومی اسمبلی فلور پر آتے ہیں اور وہ اس procedure کے ذریعے آتے ہیں جس پر ہمیشہ ہم نے یہ کہا ہے کہ یہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے سے آپ ایوان میں آسکتے ہیں ورنہ ہمارا ذاتی طور پر یا جماعتی طور پر کسی سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لاءمنسٹر کی حیثیت سے میں اس ضرورت کو محسوس کرتا ہوں کہ تمام اراکین اسمبلی اور سینیٹ floor پر رہیں اور proceedings میں شرکت کریں لیکن جو ہمارا point of view ہے اسے ہم نے آپ کے سامنے بھی رکھا ہے اور اس طریقہ کار کو کہ اگر اختیارات عدالت کے ہیں تو اس کی پیروی اور اس کی تعمیل عدالتوں کے ذریعے سے ہی ہوسکتی ہے اور یہ چیز ہمیشہ ریکارڈ پر رہی ہے کہ عدالتی ذرائع سے ہی سینیٹرز اور قومی اسمبلی کا اراکین کی پیشی یا موجودگی یا ان کا participation ہمیشہ assure کیا ہے اور آپ کی rulings کا ہمیشہ ہم نے احترام کیا ہے، لیکن جہاں تک اور دوسری چیزیں ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس floor سے ابتداء ہوسکتی ہے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں، افہام و تفہیم کے لئے اور تعمیری روابط کے لئے بھی، اور ہماری طرف سے کبھی بھی یہ تاثر نہیں لانا چاہیئے کہ کوئی منفی رول ہے یا غیرجمہوری رول ہے، ہم جمہوریت کی پیداوار ہیں، جمہوریت کے ذریعے سے ہم اس جگہ تک پہنچے ہیں۔ BBC کے حوالے سے راجہ صاحب نے کچھ باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے، ملک میں اور بالخصوص کراچی میں جس قسم کی صورتحال ہے اور پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس کے پیش نظر صوبائی حکومت کی کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں، شہریوں کی جان و مال کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے حکومت کو کچھ اقدامات لازماً کرنا پڑتے ہیں، اس لئے کہ اگر وہ اقدامات نہ کیے جائیں تو وہ لوگ کہ جن کی جان و مال کی سلامتی کو خطرات و خدشات لاحق ہوتے ہیں، وہ سوال کرتے ہیں کہ حکومت کہاں ہے، حکومت نے امن و امان کی بحالی کے لئے کیا کیا ہے، جب راکٹ لانچرز کا استعمال کیا جائے تو حکومت خاموش

تماشائی بن کر نہیں دیکھتی رہے گی ' یقیناً ان لوگوں کو جو قانون شکنی میں ملوث ہیں ' قانون کے تقاضے پورے کرنے کے لئے انہیں ظاہر ہے کہ گرفتار کیا جائے گا۔ بہرحال یہ ایک اچھا ماحول ہے ' جس مثبت ماحول کو میں چاہتا ہوں کہ اس ماحول میں اور فروغ ہو ' لیکن جو گورنمنٹ کا issues کے اوپر principled stand ہے ' چاہے وہ آپ کی رولنگ کے حوالے سے ہو یا امن و امان کے حوالے سے ہو ' حکومت ہمیشہ اپنی پوزیشن کو واضح کرنا چاہتی ہے کہ اس کی constant policies ہیں اور اس کا کہیں violation نہیں ہوا ہے ۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین۔ جی آفتاب شیخ صاحب۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ جو کلمات میں نے عرض کیے اس میں ملک قاسم صاحب کا جو کردار ہے ' چونکہ میں نے ابھی معلومات کیں تو پتا چلا ' میں ان کا بھی تہِ دل سے انتہا مشکور ہوں کہ جس انداز سے انہوں نے اس معاملے میں داخل اندازی کی اور کوشش کی ' میرے بلانے میں تو ان کا ہاتھ ہے ' اس کے علاوہ اس طرف اس bench پر بیٹھے ہوئے وہ لوگ شاکی ہیں کہ آپ نے ہمارا نام نہیں لیا ' میں ان سب حضرات کا مشکور ہوں ۔

جناب چیئرمین۔ لیکن یہ دیکھیں ناں ' اچھی بات یہ ہے کہ آپ نے بھی اصول کے مطابق بات کی ' انہوں نے بھی اپنے اصولوں کے اور گورنمنٹ کے موقف کے مطابق بات کی میں نے اپنی رولنگ کی حوالے سے بات واضح کر دی اور اس کے باوجود اگر آپ آ گئے ہیں تو یہ ایک بڑی اچھی بات ہے ' سارے اصولوں پر ڈٹے رہیں اور ہمارے سینیٹرز آ جائیں تو بہت اچھی بات ہے ۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ میری عرض سن لیں ۔ جناب چیئرمین 9 دن ان کا اصول چلا ' دسویں دن میرا اصول چلا ' میں لایا گیا ۔

جناب چیئرمین۔ بہرحال میرے لئے خوشی کی یہ بات ہے کہ آپ آ گئے ہیں اور آپ نے compromise نہیں کیا ۔ جی یحییٰ بختیار صاحب۔

Mr. Yahya Bakhtiar: Thank you very much. I would like to ask the honourable Members, they have been very kind, very considerate,

ہرکہ دانا کند کند ناداں

نیک بعد از خرابی بسیار

Why this delay of so many weeks and days? But the Chairman Sir so many weeks ago. Sheikh sahib reply straight away. What was the cause?

ہم نے بڑا کمال کیا ہے، ہم co-oprate کررہے ہیں، ہم respect کرتے آپ کی رولنگ کو، کوئی عمل نہیں کر رہے ہیں، آج ہی کیا آپ نے ۔ تو اس لئے میں کہتا ہوں کہ

ہر کہ دانا کند کند ناداں

نیک بعد از خرابی بسیار

Thank you very much.

جناب چیئرمین۔ جی مولانا عبدالستار خان صاحب۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی۔ ایک اہم بات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جب ہم ایوان کے اندر adjournment motion یا پیش کرتے ہیں تو قومی اہمیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے بحث کو ملتوی کرتے ہیں ۔ لیکن کچھ مسائل ایسے ہیں کہ اگر اس وقت اس پر بحث نہ ہو سکے تو کچھ فرق نہیں پڑتا ۔ لیکن بعض ایسے ہیں کہ اگر ان پر ایک لمحہ تاخیر ہو تو بڑا فرق پڑتا ہے ۔

خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

کے مصداق صورت حال بگڑتی جاتی ہے ۔ چنانچہ بنی افغان کا مسئلہ یہاں پر کئی بار پیش کیا وزیر داخلہ نے یقین دلایا کہ ہم وہاں پر تمام پابندیاں ختم کر دیں گے ۔ میرٹ پر فیصلہ کریں گے ۔ ایک وزیر صاحب نے کہا کہ ہم عبیداللہ خان ایم این اے کو ساتھ لے جا کر صدر سے ملیں گے ۔ لیکن بدستور ان پر ظلم ہو رہا ہے ۔ ملازموں کو گرفتار کیا جارہا ہے ۔ بچوں کوگرفتار کیا جارہا ہے ۔ طالب علموں کو گرفتار کیا جارہا ہے اور اس ظلم اور جبر کا ایک ایک لمحہ ان کے لئے مصیبت ہے اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ایوان میں اس پر غور کیا جائے ۔

جناب چیئرمین ۔ مولانا صاحب دقت یہ ہے کہ معاملہ واقعی اہم ہے لیکن صدر صاحب کے خطاب پر بحث ہو رہی ہے اور اس دوران ہم چیزیں نہیں لے سکتے لیکن میرا خیال ہے کہ آج یہ شاید مکمل ہو جائے تو انشاء اللہ پھر باقی مسائل کو آپ اٹھائیں گے ۔۔

جناب مولانا عبدالستار خان نیازی ۔ میں صرف اس کو ایوان میں پیش کرنے کی غرض سے عرض کیا ہے۔ میری عرض یہ ہے کہ نبی افغان کے مسئلہ پر فوری توجہ مبذول کی جائے۔ جناب والا ! دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بعض مالکان نے اس بات کا نوٹس دیا ہے کہ مہینے کے آخر میں وہ سب یہاں پر آئیں گے اور اسمبلی کا محاصرہ کریں گے مظاہرہ کریں گے ۔ یہ جو مسئلہ ہے اس کی وجہ سے تعمیر کا کاروبار بند ہے سرکاری و غیر سرکاری مکانات اور دکانوں کی تعمیر کا کام بند ہے اس پر غور فرمائیں اور تعمیر کا سلسلہ کھولنے کے لئے بعض ٹیکس ختم کر دیا جائے ۔

جناب چیئرمین ۔ انشاء اللہ اس پر بھی غور کریں گے جی ۔ بھنڈر صاحب آپ کچھ فرما رہے تھے جی ۔ بالکل مختصراً فرمائیں جی ۔

چوہدری محمد انور بھنڈر ۔ جناب والا! میں بہت مختصر بات کروں گا ۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اس خوشگوار ماحول میں حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں یہ کہتے ہیں کہ آئین کی بھی بہت پاسداری ہے قانون کی بھی پاسداری ہے لیکن دو جج صاحبان سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں نومبر ۱۹۹۴ میں، لیکن آج تک ان کو جن میں ایک ہیں جناب ولی محمد صاحب ، اور ایک ہیں چوہدری محمد رفیق تارڑ دونوں کی پنشن آج تک determine ہو کر law department سے صدر صاحب تک نہیں پہنچیں ۔ اور صدر صاحب کا رول اس میں یہ ہے کہ کیونکہ صدر صاحب نے منظور کرنی ہے معاملہ یہ ہو رہا ہے کہ شاید صدر صاحب اس کو منظور نہیں کر رہے ہیں اور جناب والا! اگر اس صورتحال کا ملاحظہ فرمائیں تو سات ماہ سے جس سرکاری ملازم کی آج اس زمانے میں پنشن بھی determine نہ ہو سکے اور disburse بھی نہ ہو سکے تو کیا پوزیشن ہوتی ہے ۔ میں یہ آپ کے توسط سے اور آپ کی وساطت سے حکومت کی اور ناظم صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ اس تساہل کا کوئی جواز نہیں ہے اور اس سلسلے میں ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے اور سات ماہ گزر چکے ہیں ۔

Mr. Chairman: Do you want to say anything on this.

میاں رضا ربانی ۔ sir کچھ عرصہ پہلے بھنڈر صاحب نے بات کی تھی ۔اور اس کے بعد میں constant touch میں ہوں بھنڈر صاحب کے ساتھ اسی مسئلے پر اور اس میں میں اپنی کوتاہی ماننے کو تیار ہوں کہ میں نے ان سے پچھلے دو دن ہونے ہیں میں نے ان سے کہا تھا کہ میں ان

کو حتمی جواب کہ کس سٹیج پہ فائل ہے وہ میں ان کو نہیں بتا سکا پریشر آف ورک کی وجہ سے آج بھی میں نے ان کو یقین دلایا ہے کہ حکومت کی کوئی ایسی پالیسی نہیں ہے کہ کسی بھی گورنمنٹ ملازم کو اور بالخصوص جس کا تعلق مدینہ سے رہا ہو ان کو ان کا حق اور پنشن سے محروم کیا جائے یہ بہر حال ایک ایسا مسئلہ ہے کسی bureaucratic wrangle میں یہ فائل اگر کہیں رکی ہے تو میں ان کو اس فلور پر ایک دفعہ پھر یقین دلاتا ہوں کے

I will ensure that it gets out of that whirl pool of bereaucratic wrangle , and is taken care of immediately. Thank you.

جناب چیئرمین ۔ Thank you جی۔ جناب الیاس بلور صاحب ۔اب چھوٹا چھوٹا کچھ کہیں اب ہانی صاحب بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔ ترین صاحب بھی ۔ تو ---

Mr. Ilyas Ahmed Belour: Sir the problem is that this House has been called and the speeches of the president speech is on . there are questions pending . So I will request your honour sir

کہ جو یہ questions ہیں یہ lapse نہ ہوں یہ اسی طرح اگلے اجلاس میں آجائیں ۔ This is my submission جی

جناب چیئرمین ۔ اچھا جی ۔ ربانی صاحب اس کے بارے میں کیا خیال ہے بہت سارے questions ہمیں ملے ہیں تو اگر یہ اجلاس آج ملتوی ہو رہا تو وہ بہت سارے questions جو ہیں وہ lapse ہو جائیں گے ان کی request یہ ہے کہ lapse نہ کریں اور ان کو اگلے اجلاس کے لئے---

Mian Raza Rabbani: Sir I am sorry sir .you will agree with the that the rules call far fresh notice on that . And if we make a one time exception in that matter then it will be very defficult .

جناب چیئرمین ۔ ایک اور اس کا حل ہو سکتا ہے ۔

میاں رضا ربانی میں ایک بات عرض کروں جی ۔

because this matter essentially deals with your Secretariat. It is not a matter of

the House, so it is essentially dealing with the Secretariat and when it 's dealing with the Secretariat relaxation of rules would not be permissible Fresh notice whould have to come

جناب چیئرمین ۔ بہرحال اس کو دیکھ لیتے ہیں --- the other things would be

جناب الیاس احمد بلور ۔ جناب والا! جواب سب کے آچکے ہیں جناب سارا کچھ ہو چکا ہے ۔ اس میں صرف ----

جناب چیئرمین ۔ میں دیکھ لیتا ہوں ۔ let me examine this

جناب الیاس احمد بلور ۔ Thank you very much

جناب چیئرمین ۔ O K جی ۔ جی جناب ترین صاحب ۔

جناب بشیر احمد خان ترین ۔ جناب این ڈی خان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور میرے خیال میں بجلی کا مسئلہ بھی ہے ۔

جناب چیئرمین ۔ وہ لمبا مسئلہ ہے ۔ آج پہلے اس کو ختم کر لیں ۔ کون اس پر statement دے گا ۔ اچھا ڈاکٹر عبدالحئی صاحب کی بات بھی سن لیں ۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ ۔ میں اس کے بعد بات کرتا ہوں ۔

جناب چیئرمین ۔ نہیں ختم کریں - let finish it اس کے بعد I want to proceed with the debate جی آپ کا کیا مسئلہ ہے ؟

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ ۔ جناب میں آپ کا مشکور ہوں ۔ بلوچستان کے احساس محرومیت کا کیس بہت لمبا ہے ظلم و زیادتی اور بے انصافی کا ۔ لیکن میں ایک بات پر ان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ آپ کے علم میں ہوگا کہ میرانی ڈیم کے مسئلے پر پورے بلوچستان کے سینیٹرز نے مکمل واک آؤٹ کیا تھا ۔

جناب چیئرمین ۔ جناب وہ بہت بڑا مسئلہ ہے ۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ ۔ جناب میں اس کا جواب چاہتا ہوں ۔ اس کے بعد انہوں نے

کہا کہ سرد خانے سے نکال کر اس کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں اور بلوچستان کے سینیٹرز کے سامنے ایک ذمے دار افسر نے کہا کہ بھئی تین ماہ کے اندر ٹینڈر اور کام ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین۔دیکھیں یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ اس کے لئے باقاعدہ موشن دے دیں۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ جی میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کم از کم بلوچستان میں آج تک کوئی بڑا پروجیکٹ نہیں ہے ۔ سروسز کوٹے پر بھی عمل درآمد نہیں ہے ۔ واپڈا کا حال ابھی فضل آغا صاحب نے بتایا آخر یہ بلوچستان ملک کی رقبے کے لحاظ سے بہت بڑی قومی وحدت ہے ۔ جناب والا ! اس پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ کوئی بات نہیں سن رہا ہے ؟ کوئی اس پر توجہ نہیں ہے ؟ پانی کا مسئلہ ہے اور مسائل ہیں تو آپ کے ذریعے سے ہم ان کو کہیں گے ۔ دوسری ضروری بات ہے کہ اکثریت پارٹیاں اور جمیعت علماء اسلام تعاون بھی کر رہی ہے ۔تعاون کے باوجود بلوچستان میں کچھ نہیں ہو رہا ہے ۔ جناب ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس پر توجہ دیں ۔

جناب چیئرمین۔جی ضرور توجہ دیں گے اور جواب بھی دیں گے ۔ جی ظفر صاحب آپ کا کیا مسئلہ ہے ؟ جی یحییٰ بختیار صاحب۔

جناب یحییٰ بختیار ۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بلوچستان والے بیچارے کہہ رہے ہیں کہ ان کے پروجیکٹ منظور ہو چکے ہیں اور فنڈز نہیں دے رہے ہیں اور کام نہیں ہو رہا ہے انکو ہم request کر رہے ہیں ۔

جناب چیئرمین۔ٹھیک ہے جناب۔ جی جناب ظفر صاحب آپ کا کیا مسئلہ ہے ؟

Mr. Zafar Muhammad: Mr. Chairman, taking advantage of this congenial atmosphere and what Dr. Sahib has said and Mr. Yahya Sahib supported, I just wanted to bring it on the record that the Chief Minister, Balochistan, has depicted a very sorry and sad situation about the economy of Balochistan and Dr. Sahib was referring to Dam. Mirani Dam can only be built by some finances. What we were getting last year that has been drastically cut down and I bring it to the notice of the Finance Minister and the Government that instead of reducing our shares in the national budget they should at least

keep what they were giving us last year if they can not improve it.

جناب چیئرمین۔جی جناب این ڈی خان صاحب اس کو wind up کر دیں ۔

So that we may proceed with the debate then.

جناب این ڈی خان ۔ Thank you very much جناب میں اساتذہ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ کل ہم نے ان سے request کی تھی کہ ہمیں ان کے مسائل پر ہمدردی ہے ۔ اس کا بھی اظہار کیا تھا اور یقین دہانی کرائی تھی کہ ان کے جو حقیقی مسائل ہیں ۔ حکومت اپنی مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بھی ان مسائل کو amicably resolve کرنا چاہتی ہے

and we have lot of respect for the community of the teachers because they are

the part of intelligentsia تو آج اس کا بڑا مثبت response ہوا ہے ۔ انہوں نے احتجاج کو ختم کیا ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ اس پر بھی اظہار تشکر کروں ۔ ساتھ ہی ساتھ واپڈا کے سلسلے میں معزز سینیٹرز نے جو issue اٹھایا تھا بالخصوص (آغا صاحب) کا اس پر موشن بھی تھا تو فوری طور پر میں نے جا کر وزیر صاحب سے اور واپڈا کے چیئرمین صاحب سے رابطہ کیا اور انہوں نے مجھے کہا کہ کل تک وہ اس سلسلے میں جواب دیں گے تو میں تسلی کے ساتھ یہ بات کہوں کہ بے شمار مشکلات کے باوجود حکومت یقیناً اس بات کی پوری سعی اور کوشش کر رہی ہے اور انہوں نے اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ نسبتاً لوڈ شیڈنگ پر اس بات کے امکان ہیں کہ نہیں ہوگی ، اگر ہوتی بھی ہے تو بہت ہی کم ہو گی لیکن کوششیں ایسی ہیں اور انتظامات ایسے ہیں کہ جس کی روشنی میں اس فلور پر میں یقین دہانی extend کرسکتا ہوں کہ آنے والے سال میں لوڈ شیڈنگ running year میں نہیں ہوگی ۔ ایک مشکل کا بھی انہوں نے ذکر کیا تفصیلی رپورٹ اس کے statistics ____ چونکہ پھر میں نے سب کے لئے پوچھا with the special reference of Balochistan and FATA areas. تو پوری اس کی statistical رپورٹ بھی ہمیں ایک ہفتے کے اندر اندر بھیج رہے ہیں اور شاید وزیر صاحب نے میٹنگ بھی بلائی ہوئی ہے اور واپڈا کے چیئرمین اگلے ہفتے بلوچستان کا دورہ بھی کر رہے ہیں لیکن ایک مشکل کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ بڑے Huge, out standing bills ہیں واپڈا کے جس کی وجہ سے انہیں اقتصادی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ معزز سینیٹرز اور بالخصوص آغا صاحب کیونکہ out of the floor

بھی میں نے ان سے بات کی تھی - یہ بھی یقین دہانی ہونی چاہیئے کہ جو بقایاجات ہیں اس کا بھی clearance ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب ادائیگی ہوگی تو اس سے ان کی اقتصادی صورتحال بہتر ہوگی اور انہیں مدد ملے گی کہ ان کے جو proposals of plans ہیں رواں سال میں اس پر عمل درآمد ہو سکے - باقی میرا خیال ہے اسی ہفتے میں شائد واپڈا کے چیئرمین دورہ بھی کر رہے ہیں اور سینیٹرز صاحبان . اور ممبران قومی اسمبلی سے بھی وہ ملیں گے اور ایک ہفتے کے اندر statistics پوری comprehensive country wide سینٹ کے سامنے انشا اللہ لائی جائے گی - جہاں تک میرانی ڈیم وغیرہ کا تعلق ہے خود آپ کو اس کا علم ہے کہ یہ ایک بڑا منصوبہ ہے اور اس میں foreign investment بھی involve ہے تو اس سلسلے میں جب تک ہمیں سرمایہ کاروں کی یقین دہانی نہیں ہوگی اتنا آسان نہیں ہے کہ اس پر عمل درآمد ہو سکے - لیکن حکومت کے سامنے خاص طور پر انرجی کا مسئلہ ہے that is one of the top priority اور حکومت پوری کوشش کر رہی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ گزشتہ برس جس قسم کی لوڈشیڈنگ کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کے اب قطعاً امکانات نہیں ہیں اور رواں سال میں بالکل یقین دہانی کی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ لوڈشیڈنگ نہیں ہوگی اور اگر ہوگی بھی تو بہت خفیف لیکن

It is linked with the payment of the dues because there are some proposals before the Governmet and specially before the Ministry of Water and Power but the implementation of the proposals is only possible when the dues are paid or the money is paid.

جناب چیئرمین : شکریہ جی - اب کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا - اب میرے خیال میں کافی ہوگیا ہے - اب یہ بتائیں کہ اس طرف سے کس کس نے بولنا ہے ؟ طارق چوہدری صاحب ' اس جانب سے کون کون رہ گیا ہے جی؟ حافظ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات چکی ہے مہربانی کرکے اب تقاریر شروع ہوں گے - میرے خیال میں اب تقاریر شروع کرتے ہیں پھر یہ مسئلے دیکھ لیں گے -

(مداخلت)

جناب چیئرمین : جی حافظ حسین احمد صاحب -

حافظ حسین احمد : جناب ' پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے کافی علماء اور عوام نے مظاہرہ کیا تھا ناموس رسالت کے سلسلے میں مجوزہ ترمیم کے حوالے سے اور جو اخبارات میں چھپی ہے تو میں سمجھتا ہوں ہم بھی وہاں آئے تھے دونوں نے یہ مطالبہ کیا ہے ۔ چونکہ اس کا تعلق ہمارے ایمان سے ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب اگر توجہ فرمائیں ۔

پروفیسر این ڈی خان : حافظ صاحب نے جو توجہ دلائی ہے تو میں خود وہاں حاضر ہوا تھا علماء کرام کے سامنے اور جو نمائندے تھے مختلف مکاتب فکر کے ۔ گزارش ہماری یہ تھی کہ حافظ صاحب بھی ہمارے ساتھ چلتے لیکن شاید وہ الگ پہنچے بھی تھے اس وقت تک لیکن میں نے خود خطاب کیا ان کے اجتماع کو اور انہیں یقین دہانی بھی دلائی ہے کہ حکومت کو اس بات کا اعتراف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس جو ہے وہ بنی نوع انسان کے لئے محسن کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس کے نتیجے میں علماء کرام مطمئن تھے اور ان کی جلوس ختم بھی ہو گئی ہے ۔ اس سلسلے میں 'میں آج یا کل policy statement بھی ریلیز کر رہا ہوں ۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی ۔ جناب طارق چوہدری صاحب ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین : شیخ آفتاب صاحب ' آپ ترامیم پر بول لیں ناں ۔ آج اس بحث کو ختم کرنا ہے ۔ کافی لمبا ہو گیا ہے ۔ جی جناب طارق چوہدری صاحب ۔

FURTHER DISCUSSION ON THE PRESIDENT's ADDRESS.

جناب محمد طارق چوہدری ۔بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ جناب چیئرمین! میں شکر گزار ہوں آپ کا کہ اس اہم موضوع پر آپ نے مجھے اظہار خیال کا موقع فراہم کیا۔ صدر مملکت کے خطاب پر بات کرنے سے پہلے کئی چند ایک چھوٹی ' چھوٹی باتیں جو اکثر professional point of order والے تو point of order پر کہہ لیتے ہیں۔ لیکن مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا تو ان کے بارے میں پہلے میں کچھ بات کر لوں۔ ایک تو ہمارے دوست شیخ آفتاب صاحب کافی دنوں کے بعد اور کافی جدو جہد کے بعد آج اس ایوان کے سب لوگوں کی وساطت سے تشریف لائے اور انہوں نے فرداً فرداً ایک کتاب کا جیسے دیباچہ لکھا ہوتا ہے ۔

لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔ مگر ------

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا

میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لئے

میری مراد ہے جناب اقبال حیدر صاحب کی طرف کہ rulling پر عمل در آمد کروانے کے لئے اور کہ----

فقیہہ مصلحت بین سے یہ رند بادہ خوار اچھا

نکل جاتی ہے سچی بات اس کے منہ سے مستی میں

اور اس کا زخم خوردہ یہاں پڑا ہے اور اس کی change میں تین وزیر بنے ہیں۔ تو میں ایک تو یہ ذکر کرنا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین! دوسری بات آفتاب شیخ کی تقریر کے جواب میں رضا ربانی صاحب نے یہ فرمایا کہ ہمارا پرنالہ وہیں ہے۔ جناب چیئرمین! ایک گاؤں میں دو زمیندار تھے۔ تو ایک زمیندار کو اتفاق سے emergency ساتھ کے گاؤں میں جانا تھا اور ہمسایہ زمیندار جو تھا اس کے پاس تھا گھوڑا تو وہ اس کے پاس گیا اس نے کہا کہ جناب مجھے emergency ہے تو آپ مجھے اپنا گھوڑا دے دیں۔ میں ذرا وہاں تک جانا چاہ رہا ہوں۔ تو اس زمیندار نے کہا جی گھوڑا تو مر گیا۔ وہ جو گھوڑا مانگنے کے لئے گیا۔ اس نے یار مجھے بڑا افسوس ہوا۔ تمہارا گھوڑا بہت قیمتی تھا۔ بہت خوبصورت تھا۔ بڑا سبک رفتار تھا اور کب مرا مجھے پتا نہیں چلا؟ مجھے بڑا افسوس ہے۔ تمہارا گھوڑا مر گیا۔ وہ پہلا زمیندار بولا کہ گھوڑا میرا مر گیا۔ اگر نہ مرا ہوتا دیتا میں تب بھی نہیں۔ یعنی ماحول اچھا بھلا ہو گیا۔ خوشگوار ہو گیا۔ شکریہ ادا کر دیا گیا۔ ان کا بھی شکریہ ادا کر دیا گیا لیکن انہوں نے کہا کہ اگر گھوڑا زندہ رہتا دیتا میں تب بھی نہیں۔ انہوں نے بنیاد رکھ دی ہے کہ اگلے اجلاس میں پھر اسی طرح کی صورت حال پیدا رہے جاری رہے۔ اور تیسری چیز جس کے بارے میں وہ تھے جناب ہمارے این ڈی خان صاحب انہوں نے فرمایا کہ راجہ صاحب نے فراخدلی کا مظاہرہ کیااور ہماری طرف سے بھی اسی طرح کا رد عمل ہو گا۔ یعنی حکومت کبھی مظاہرہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ صرف رد عمل ظاہر کیا جایا کرے گا۔ لہذا ان کو ابھی سے تیار رہنا چاہئیے کہ ان کا دل بڑا ہو تاکہ یہ ردعمل ظاہر کیا کریں۔ خیر اب میں اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

جناب چیئرمین! دو چیزیں تقریر کے متن اس کے اندر درج موضوعات اوروہ موضوعات جو اس میں سے رہ گئے۔ جس پر مجھے اظہار خیال کرنا چاہئیے۔ اس سے پہلے میں ایوان کے اندر ہونے

والی اور ایوان کے باہر ہونے والی ہنگامہ آرائی کے بارے میں تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے بہت سے ساتھیوں نے ایوان کے اندر جو ہنگامہ ہوا اس پر افسوس کا اظہار کیا اور بعض نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ جناب چیئرمین' اس آفس کی صدر کے آفس کی اپنی ایک عزت تمکنت اور وقار ہے۔

جناب چیئرمین ' لیکن ہونے والی ہنگامہ آرائی سے اظہار افسوس یا مذمت کرنے کا حق میرے ان اتحادیوں کو بہرحال نہیں پہنچتا اس لیے کہ ایوان کے اندر اس طرح کی ہڑبازی اس طرح کی ہنگامہ آرائی بلکہ اس طرح کی بے ہودگی (اگر یہ غیر پارلیمانی نہ ہو) کی ابتداء خود اس طرف سے ہوئی تھی۔ اور وہاں سے اس آفس کا وقار اور تمکنت ختم ہو گئی۔ لیکن ان کی طرف سے ان کا تو اپنا ایک سائل ہے ' ایک کلچر ہے لیکن مجھے جو گلہ ہے' جو شکایت ہے' وہ ہے ان سنجیدہ لوگوں سے۔ یہ راجہ صاحب' یہ انور بھنڈر صاحب' یہ بریگیڈیئر حیات صاحب' یہ جاوید اقبال صاحب اور یہ سنجیدہ لوگ جن کی اپنی سیاسی عمر اپنے قائد کی کل عمر سے بھی زیادہ ہے۔ یعنی ان کی اپنی سیاسی عمریں اپنے قائد کی عمر سے بھی زیادہ ہیں۔ ان سنجیدہ اور باوقار لوگوں نے نہ تو اپنے قائد کی تربیت کی' نہ اس کو یہ سمجھا سکے اور نہ اس بے ہودہ عمل کو دہرانے پر اس قیادت کو یہ تبدیل کر سکے۔ مجھے ان سے بہت گلہ ہے کہ

زباں بگڑی سو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

جناب چیئرمین! اگر یہ سنجیدہ لوگ ' اگر یہ متین لوگ' اگر یہ تمکنت والے لوگ ' اگر یہ پاکستان کو قائم کرنے والے لوگ' پاکستان کو بنانے والے لوگ اور اس کی عادات سیٹ کرنے والے لوگ' یہی رویہ رکھنے لگ جائیں گے جو انگریزی موسیقی پہ تھرکنے والوں کا ہو سکتا ہے تو پھر جناب یہ کلاسیکی موسیقی اور غزل کدھر جائے گی۔ ان سے نہیں ان سے گلہ ہے اور انہیں آئندہ بھی اس ملک کی سیاست کے بارے میں زیادہ تر سوچنے کی ذمہ داری خود ان کی ہے جہاں مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں' جہاں انور بھنڈر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں' جہاں اقبال کا فرزند بیٹھا ہوا ہے' جہاں اجمل خٹک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں' جہاں راجہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور ان سے بھی کہیں زیادہ بعض اسی طرح کے دوسرے سنجیدہ لوگ ہیں۔ اب انہیں سوچنا ہے کہ کیا پاکستان کی جو حالت آج ہے اس میں محاذآرائی کو وہ جاری رکھنا چاہتے ہیں؟ کیا انہیں علم نہیں ہے کہ ان کے قائد نے جب وہ اس ملک کے وزیراعظم تھے تب سے لیکر اب تک

پہاڑی سے نیچے کا سفر جاری رکھا ہے ۔ نہ وہ اس وقت اپنے لوگوں کو ساتھ لیکر چل سکے تھے اور نہ اپوزیشن میں آنے کے بعدانہوں نے اس محاذ آرائی کو روکنے کی کوئی کوشش کی۔ جس محاذ آرائی کو ان خطرناک حالات میں جاری نہیں رہنا چاہیئے ۔ جناب چیئرمین بعض لوگ کہتے ہیں کہ محاذ آرائی انہوں نے شروع کی ۔ ان کی طرف سے میں پہلے ذکر کر چکا ہوں لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ مسٹر فاروق لغاری نے صدر منتخب ہونے کے بعد اپوزیشن لیڈر کو پیغام بھیجا کہ میں ان کے گھر میں حاضر ہونا چاہتا ہوں ۔ یعنی اپوزیشن لیڈر جو صدر کی تقریب حلف وفاداری میں شریک نہیں ہوئے تھے ۔ اب صدر خود ان کے گھر جانا چاہتا ہے تو انہوں نے کہا میرے گھر مت آئیں میرا دروازہ بند ہے ۔ یہ دنیا کی تاریخ میں' پنجاب کی تاریخ میں ' ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی آدمی کے اوپر اپنے گھر کے دروازے بند کر لیے جائیں کہ آپ میرے گھر میں نہ آئیں ۔ یہ بات سوچنے کی ہے ' توجہ دینے کی ہے ' ان کے سوچنے کی نہیں' ان کے سوچنے کی ہے اور پھر آپ یہ دیکھیں کہ ہر قومی موقعے کو انہوں نے اپنے ذاتی حوالے سے ہنگامہ آرائی کی نذر کیا ۔ ایوان کے اندر ہنگامہ ہوا تو ایامن کی گرفتاری پر' کل کشمیر کمیٹی میں عدم شرکت کا اعلان ہوا' تو ان کے اوپر مقدمات بننے پر ' یعنی قومی ایشوز پر نہیں ذاتی حوالے سے تو یہ بات مسلم لیگ کے لوگوں کو سوچنی پڑے گی ' سوچنی ہوگی ' اور اس کا حل نکالنا ہوگا اور جب وہ اس کا حل نکال لیں گے ' نکالنے کے لیے سنجیدہ ہوں گے تو پھر ہمیں بہت خوشی ہوگی کیونکہ پھر ہم خود اپنی اصل جگہ پر سب لوگ لوٹ آئیں گے اور بیٹھ کر پھر ملک کی تعمیر کے لیے اپنی کوشش جاری رکھیں گے ۔ بہرحال اس کے بعد میں آپ کی توجہ اس تقریر کی جانب دلانا چاہتا ہوں ۔ جناب چیئرمین! اس میں دو طرح کی باتیں ہیں ۔ ایک تو یہ تقریر جس شکل میں میرے ہاتھ میں ہے یعنی اس کی بائنڈنگ ' پرنٹنگ کیا صدر کا خطاب آپ نے گزشتہ دس برس میں اس شکل میں کبھی دیکھا ہے ۔ یہ بائنڈنگ اور یہ پرنٹنگ ' یہ خود حکومت کی جس کی تعریف ہی تعریف اس تقریر میں لکھی ہے ۔ یہ اس کا اپنے صدر کے ساتھ رد عمل ہے ۔ یعنی یہ جو بعض آرگنائزیشن ایجنسیں بنانے والوں کی آرگنائزیشن ہے ۔ ان کا لٹریچر میرے پاس آیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ اچھے طریقے سے لکھا ہوا ہے اور اس سے کہیں زیادہ بہتر طریقے سے بائنڈ کرکے انہوں نے پیش کیا ہے ۔ ہر آفس کا ' ہر شخصیت کا اپنا ایک احترام ہوتا ہے اور اگر اس شکل میں یہ چیزیں پیش کرنا شروع کر دیں تو یہ ان کو سوچنا چاہیئے اور آئندہ ان کو احتیاط کرنی چاہیئے ۔ جناب چیئرمین میں نے اس تقریر کو پڑھا ہے ۔ میں

سن تو نہیں سکا کیونکہ اس دن میں یہاں تھا نہیں' اس کو میں نے ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھا ہے۔

جناب چیئرمین ہر ملک کے اپنے حالات ہوتے ہیں اور ان حالات کے مطابق ادارے تشکیل دیئے جاتے ہیں' ادارے بنائے جاتے ہیں۔ اور پھر اپنے حالات کے مطابق ان اداروں کے اختیارات جو ہیں وہ ان کو سونپ دیئے جاتے ہیں۔

۔ جناب چیئرمین پچھلے پورے عرصے میں جو مختلف تقاریر ہر صدر نے کی ہیں میں نے وہ ساری تقاریر پڑھی ہیں اتفاق سے ان تقریروں پر میں نے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا ہے ۔ اس میں صدر کا ایک independent role ہوتا ہے ۔ وہ کچھ باتیں حکومت کی دہراتا ہے ' اور کچھ باتیں اپنی زبان سے کہتا ہے ۔ لیکن پہلی دفعہ یہ خطاب جو میں نے پڑھا ہے۔ اس طرح ہے کہ:۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

اس میں صدر کا خطاب نہیں ہے' صدر کا لب و لہجہ نہیں ہے ۔ اس میں even اقبال حیدر کا بھی لب و لہجہ بھی نہیں ہے ' اس میں این ڈی خان کا لب و لہجہ ہے۔ یہ یہاں بیٹھے ہیں اور وہ وہاں بیٹھے ہیں۔ ایک ہی وجہ سے' یہ فرق ہے۔

جناب چیئرمین ! اس میں بہت سی باتیں کہی گئی ہیں اور اس ایوان میں بہت سی تقریریں ہوئی ہیں بہت سے موضوعات چھیڑے گئے ہیں ۔ خاص طور پر عبدالرحیم مندوخیل صاحب کی جو تقریر تھی وہ بڑی پرمغز تھی ۔ بنیادی مسائل انہوں نے چھیڑے ہیں ۔ ان پر سیر حاصل تبصرہ کیا ۔ اور میں اس تقریر کو endorse کرتا ہوں ۔ تو میں وہ موضوعات نہیں چھیڑتا ۔ جن موضوعات پر پہلے سے بات ہو چکی ہے ۔ اور وہ موضوعات بار بار یہاں ذکر ہو چکے ہیں اور ان کی طرف حکومت کی توجہ بھی مبذول ہو چکی ہے ۔ میں بات بعض دوسرے موضوعات پر جو یا تو پوری تفصیل سے بیان نہیں ہوئے ' یا بیان ہونے سے رہ گئے ہیں ۔ ان کی طرف بات کرنا چاہتا ہو؟

جناب چیئرمین 1994-95 کا جو بجٹ ہے ۔ 1993-94 تین سو کا بجٹ ۔ تین سو پچانویں ۔ جس میں ایک سو ایک ارب فور چھتیس ارب روپے debt servicing کے لئے دیئے گئے ۔ اور

پوری قوم کی ترقی کے لئے ڈویلپمنٹ کے لئے باقی بچا۔ تین سو بچانوے میں سے ایک سو ایک فوج کو گیا، اور ایک سو ایک ہماری سود وغیرہ کی ادائیگی میں اٹھ گیا۔ اور اس میں بھی پینتالیس ارب کا خسارہ تھا بن نہیں۔ تین سو بچانویں میں سے پینتالیس نکال دیں تو باقی تین سو بچاس بچا ہے۔ اور وہ خسارہ اب تک بڑھ کر اندازاً ایک سو تیس ارب کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اور اس ایک سو تیس ارب کے خسارے میں ایک بھی روپیہ ترقیات کی طرف نہیں گیا۔ غیر ترقیاتی اخراجات ہیں باقی۔ وہ بھی جو ہوئے۔ جناب چیئرمین میں جس سمت آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ساری تمہید ہے جس چیز کی وہ ہمارا دفاع ہے۔ دفاع پر ہم نے 101 ارب روپیہ خرچ کیا ہے۔ یہ ہماری ٹوٹل بجٹ کا تقریباً" 27% بنتا ہے۔ اور جناب چیئرمین ہم اس 27% کے ساتھ جو خرچ کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہم یہ ہماری جو چھوٹی سی نیوی، درمیانے سائز کی ائرفورس اور ساڑھے پانچ لاکھ کی فوج maintain کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین انڈیا جو ہمارا دشمن ہے جس کے ساتھ قیام پاکستان سے پہلے کی ہماری دشمنی ہے اور یہ ایسی دشمنی ہے جس کا کبھی ختم ہونے کا امکان نہیں ہے۔ ہم ازل سے دشمن تھے اور ابد تک ہم نے ایک دوسرے کا دشمن رہنا ہے۔ جس دن یہ حقیقت ہمارے کسی بھی حکمران کے ذہن سے محو ہو گئی وہ دن پاکستان کے لئے بہت مشکل دن ہوگا۔ جناب چیئرمین ہمارا دشمن جو ہے وہ تقریباً" گیارہ فیصد اپنے بجٹ کا اپنی فوج پر خرچ کر رہا ہے۔ گیارہ فیصد کے ساتھ وہ ہماری نیوی سے بارہ گنا بڑی نیوی ہماری ائرفورس سے تین گنا بڑی ائرفورس اور ہماری فوج سے پانچ گنا بڑی فوج کو maintain کرتا ہے۔ جناب چیئرمین یہ بہت سنجیدہ مسئلہ ہے۔ کہ اس کی فوج ہم سے پانچ گنا بڑی ہے اس کی نیوی ہم سے بارہ گنا بڑی ہے۔ اس کی ائرفورس ہم سے بہت بڑی ہے۔ جناب چیئرمین اس کے باوجود پاکستان نے آج تک کامیابی کے ساتھ اپنا دفاع کیا۔ کبھی کامیابی کے ساتھ دفاع کیا اور کبھی ہم خسارے میں رہے۔ ہم نے نفع نہیں اٹھایا اب تک کسی جنگ میں۔ جناب چیئرمین اس میں جس سمت میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ دراصل فوج کے سینئر افسروں کے ساتھ دو دفعہ کمیٹی میٹنگ میں یہ بات میں نے کی ہے اور وہ بات میں اس ایوان کے توسط سے اپنی قوم کے سامنے بھی رکھنا چاہ رہا ہوں۔ جناب چیئرمین ایک تو یہ ہے کہ پاکستان کے بجٹ کی جو allocation ہے وہ میں نے آپ کے سامنے رکھ دی اور اب صورت حال یہ ہے کہ یہ 27% بجٹ اور بڑھتی ہوئی یہ debit services جو ہیں جو بڑھتی چلی جائیں گی۔ کبھی

کم نہیں ہوں گی۔ اس کی موجودگی میں اب کوئی امکان نہیں ہے مستقبل قریب میں کہ اپنی فوج کو ہم 27% سے زیادہ رقم کبھی فراہم کرسکیں اس کا کوئی امکان نہیں ہے اگلے پانچ دس سالوں میں ۔ اور اگر انڈیا اپنا وہ cushion جو گیارہ اور ستائیس کے درمیان ہے اگر بھارت بھی پاکستان کو ختم کرنے پر تل جائے اور وہ اپنے بجٹ کا 27% فوج کی طرف پھینک دے۔ جناب چیئرمین' اس صورت میں ہماری ساڑھے پانچ لاکھ فوج کے مقابلے میں آج جو ان کی بیس لاکھ فوج ہے وہ اس فوج کو بڑھا کر 80 لاکھ تک لے جا سکتا ہے۔ ہماری ساڑھے پانچ لاکھ فوج آج کسی نہ کسی طرح اپنا دفاع کر رہی ہے ۔ مجھے یہ فرمائیے کہ اس تربیت اور اس اسلحہ کے ساتھ ہماری فوج 80 لاکھ فوج کا مقابلہ کس طرح کر سکے گی ۔ ہمیں اپنے دفاع کے بارے میں روایتی طریقے کو جاری رکھنے کی بجائے بعض غیر روایتی طریقوں کو introduce کرنا پڑے گا۔ ایک تو یہ بات ہے۔

جناب والا! دوسرا اہم ایشو بھی اس سے متعلق ہے جو میں نے براہ راست GHQ میں بھیجا ہے مجھے اس کا کبھی جواب نہیں ملا۔ وہ بات یہ ہے کہ پچھلی دو جنگوں میں ہمیں یہ تجربہ ہوا ہے کہ ہمارے عام سپاہی کی تربیت' اس کی صحت' اس کا morale اور اس کا result' اس سے کوئی بھی فوجی اور specialist' انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارا سپاہی دنیا کا بہترین سپاہی ہے اور اس نے میدان میں نتائج فراہم کیے ہیں اور ہمارے سپاہی نے ایک نے پانچ کے مقابلے میں کامیابی سے جنگ لڑی ہے ۔ اسی طرح سے جناب چیئرمین' ہمارا نوجوان افسر ہے سیکنڈ لیفٹیننٹ سے لے کر کرنل یا بریگیڈیئر تک ' اگر آپ اس کا تجزیہ کریں تو اس نوجوان قیادت نے -- اس کی صحت اچھی ہے ' اس کی تعلیم اچھی ہے' اس کی تربیت اچھی ہے ' اس کا morale اچھا ہے اور اس کے نتائج بھی بہترین ہیں ۔ لیکن خرابی یہاں پر شروع ہوتی ہے ۔ جناب والا ! ہماری فوج کی جو senior selection یا political selection ہے اس میں کوئی بنیادی خرابی ہے ۔ یہاں تک کامیابی سے ہم آگے بڑھتے ہیں لیکن دو جنگوں کا نتیجہ ہمارے سامنے اس بات کو رکھتا ہے کہ فوج کی جو senior command تھی وہ دونوں دفعہ فیل اور ناکام ہوئی ہے ' collapse ہوئی ہے ۔ اب میرا دل دھڑکتا اور پریشان ہوتا ہے ۔ جناب والا !

موت کا ایک دن معین ہے نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
پہلے آتی تھی حال دل پر ہنسی اب کسی بات پر نہیں آتی

جب میں اپنے مستقبل کی طرف نظر ڈالتا ہوں تو مجھے غالب کی یہ بات اپنے دل سے

نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ۔ جناب والا ! آپ ذرا تجزیہ کریں کہ ہماری فوج کی قیادت کس طریقے سے تشکیل پاتی ہے ۔ جس میں ٹکا خان، سوار خان، موسیٰ اور یحییٰ خان اور اس کی پوری ٹیم آپ غور سے دیکھیں کہ ایم عارف، جنہوں نے کبھی کوئی کمانڈ نہیں کی وہ Army Cinc بنتے ہیں اور جب تصادم کی بات آ جاتی ہے تو پھر آرمی کی جو لیڈر شپ ہے وہ ناکام ہو جاتی ہے اور اگر آپ دیکھیں تو کمپنی کی سطح تک ہماری آرمی نے کامیابیاں حاصل کی ہیں اور لیڈرشپ کی سطح پر ہماری صرف ناکامیاں رقم ہیں۔ اس پر ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ اس کو کس طرح improve کیا جائے ۔ ایک مرتبہ سابق صدر مرحوم ضیاء الحق نے ایک سینئر بیوروکریٹ سے کہا کہ بھئی یہ جو آپ کا سسٹم ہے جس طرح آپ کی ترقیاں ہوتی ہیں یہ مجھے پسند نہیں آیا ۔ آپ کا یہ سسٹم اچھا نہیں ہے تو پھر انہوں نے پوچھا کہ جناب سسٹم کس طرح کا ہونا چاہیئے ۔ انہوں نے کہا کہ فوج کے اندر بہتر طریقے سے promotions ہوتی ہیں، بڑا اچھا check اور اچھا سسٹم ہے وہ ہونا چاہیئے۔ تو اس بیوروکریٹ نے کہا جناب صدر بڑے احترام کے ساتھ میں اجازت چاہتا ہوں کہ آپ اس سسٹم کی بات کرتے ہیں جس میں جنرل موسیٰ خان، جس میں سوار خان، ٹکا خان، یحییٰ خان آرمی کے چیف بن جاتے ہیں ۔

جناب چیئرمین ! یہ روایتی طریقہ پاکستان کا مستقبل میں دفاع نہیں کر سکتا لہٰذا میری یہ رائے ہے کہ اس کے لئے ہمیں دو طریقے اختیار کرنے ہوں گے ۔ نمبر ۱ ۔ اپنی دفاع کو جو threat اس وقت ہے اس کو مضبوط کرنا ہوگا، بے شک ہمارے وزیر خارجہ نے یہ بات کہی ہے کہ بھارت پاکستان پر حملہ نہیں کرے گا لیکن 1965 میں ہمارے وزیر خارجہ نے اس طرح یہ بات کہی تھی، بھارت پاکستان پر حملہ نہیں کرے گا ۔ اس نے publicly یہ بات نہیں کہی تھی اس نے ایوب خان کو بھی اس بات کا یقین دلایا تھا اور پھر پاکستان پر حملہ ہوا تھا۔ لہٰذا دفتر خارجہ کو جو بریفنگ ہے یا دفتر خارجہ کا جو تجزیہ ہے، دفتر خارجہ کی جو باتیں ہیں اس پر کبھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا ۔ میری تو ان کے بارے میں رائے ہے کہ یہ وہ امریکن افسر ہیں جو پاکستان deputation پر آئے ہوئے ہیں، ان کا رول اسی طرح کا ہے ۔ لہٰذا پاکستان کو اپنے دفاع کے لئے دو اقدام کرنے ہیں ۔ نمبر ۱ یہ ہے کہ پاکستان کو فوری طور پر ایٹمی دھماکہ کرنا چاہیئے، پاکستان کو ایک نیوکلیئر پاور کے طور پر اپنے status کو confirm کروانا چاہیئے ۔ یہ فوری طور پہ ایک کور ہے اور جو آدمی اس کور سے انکار کرتا ہے وہ یا تو نرا احمق ہے اور یا پاکستان کے ماضی

قریب کی ہسٹری کو نہیں جانتا ۔ بھارت نے دو دفعہ جب پاکستان کو چیلنج کیا اور اس کے چند دن کے بعد اس نے پاکستان پر حملہ کیا لیکن جناب چیئرمین آپ کو یاد ہو گا کہ 1986 or 1987 میں جب Brass Tacks مشقیں ہوئی تھیں تو ان مشقوں کی آڑ میں بھارت اب یہ بات confirm ہے کہ پاکستان پر حملہ کر رہا تھا اور یہی پھر بعد میں دوبارہ 1989 میں یہ مرحلہ آیا کشمیر میں uprising کے بعد کی بات ہے اور دونوں مرتبہ بھارت کو یہ واضح طور پر یہ message دیا گیا کہ اگر پاکستان پر حملہ ہوا تو بھارت کو ایٹمی جنگ لڑنی پڑے گی۔ اور دونوں دفعہ اس واقعہ نے بھارت کو جنگ سے باز رکھا۔ لہذا یہ ثابت شدہ difference' تسلیم شدہ نہیں ثابت شدہ جس نے دو دفعہ پاکستان کو جنگ سے بچایا۔ اور اس اسٹیٹس کو کنفرم کرانا چاہیئے۔ جتنا پریشر پاکستان پر ہو سکتا تھا وہ آج ہے اس سے زیادہ پریشر کبھی نہیں ہو سکتا' ممکن ہی نہیں ہے۔ لہذا ہمیں اپنے ملک کا وجود برقرار رکھنا ہے ہمیں کسی دوسرے ملک کی خوشنودی اور نازبرداری کی کیا ضرورت ہے۔ سب سے پہلا مسئلہ پاکستان کے وجود کو لازمی طور پر برقرار رکھنا اور دشمن کو اپنے سے دور رکھنے کا ہے۔ باقی ساری باتیں اور نازبرداریاں اس کے بعد آتی ہیں۔ نمبر ایک اس cover کے under ہمیں چند برس مل جائیں گے کیونکہ ابھی تک جو صورتحال ہے اس میں ہمارا پیچ اسلحے کی کوالٹی اور فوجوں کے proportion یا توازن پر ہے' ابھی وہ قائم ہے۔ پاکستان اور اسرائیل دونوں نے اپنے دفاع کا طریقہ ایک ہی طرح کا اختیار کر رکھا ہے۔ دونوں کے دشمن' اگرچہ اسرائیل کے دشمن ہمارے دوست ہیں اور اسرائیل ہمارا دشمن ہے لیکن دونوں کی افواج نے ایک جیسا طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ اس کے مخالف بھی بہت زیادہ ہیں اور اس کے مخالفین کے پاس بھی وسائل بہت زیادہ ہیں۔ پاکستان کا دشمن بھی بہت بڑا ہے اور اس کے پاس بھی وسائل بہت زیادہ ہیں۔ تو ہم نے یہ کیا ہے کہ اپنی فوج کی ٹریننگ' تربیت' morale جو ہے وہ بہت بلند رکھا ہے۔ اور اسلحے کو کوالٹی میں اپنے دشمن سے بہتر رکھا تو جب بھی موقع آیا تیزی کے ساتھ حملہ کر کے کچھ علاقہ قبضے میں لینے کی کوشش کی تا کہ بعد میں کیونکہ یہ جنگ بہت طویل عرصہ تک جاری نہیں رہ سکتی۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہماری فوجوں کا سٹیمنا جو ہے ' انڈیا کا اگرچہ کوئی نوے دن کا ہو گا اور پاکستان کا بھی کوئی تیس دن یا اس سے بھی کم ہو گا۔ اتنے دنوں تک ہم جنگ لڑ سکتے ہیں اس کے بعد اسلحہ ان کے پاس بھی ختم ہو جاتا ہے ہمارے پاس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ مہینوں کی لڑائی ہے جس طرح وہ ایران اور عراق کے درمیان ہوتی رہی ہے۔ تو اس نے بھی یہ

طریقہ رکھا تھا ہم نے بھی یہ برقرار رکھا تھا

جناب چیئرمین ! اب روس کے ٹوٹ جانے کے بعد' سرد جنگ ختم ہو جانے کے بعد پاکستان کو اس اسلحے کے حصول میں دشواریوں کا سامنا ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنے اسلحے کی کوالٹی کو mamtain کرتا تھا۔ اب وہ تمام اسلحہ جس تک ہماری approach نہیں ہے اب وہ جدید اسلحہ بھارت کو سستے داموں مل رہا ہے' آسانی سے مل رہا ہے۔ پاکستان کو وہ available نہیں ہے۔ اس طرح پچھلے سٹاک کے ساتھ تو ہم اپنا گزارہ کر رہے ہیں اور بھارت بھی ابھی اپنی فوج کے اندر جو تبدیلیاں لا رہا ہے اس کے لئے بھی اسے نئے اسلحے اور نئے armament سے متعارف ہونے کے لئے چند سال کی ضرورت ہے۔ تو ہماری یہ برتری گزرتے دنوں کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی ہے۔ لہذا ہمیں نیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے اور اس کے لئے میری یہ رائے ہے' میری یہ تجویز ہے کہ پاکستان کے اندر اصولی طور پہ میٹرک تک تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ اب آپ یہ نہ سوچیں کہ اس کا دفاع سے کیا تعلق ہے؟ میٹرک تک تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ جو آدمی میٹرک پاس نہیں ہے وہ Identity card نہیں لے سکتا ماسوائے اس کے جو معذور ہے اور اس وقت تک اس کو میٹرک کا سرٹیفیکیٹ نہیں مل سکتا جب تک کہ وہ ایک سال کی فوجی ٹریننگ نہ لے اور ایک سال کی فوجی ٹریننگ کے بعد ایک ٹرینڈ اور ایک آرگنائزڈ لیبر کی حیثیت سے وہ فیلڈ میں کام کرے۔ میں کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ وہ آدمی میٹرک تک اس کو ہم نے تعلیم دی ہے ہم اتنا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔ غریب قوم ہیں لہذا وہ آدمی ایک طرف تو فوجی ٹریننگ لے تاکہ ملک کے دفاع کے قابل ہو سکے دوسری طرف میٹرک تک جو ہم نے اس پر خرچہ کیا ہے اس خرچے کو وہ پورا کرے۔ ایک سال سڑکیں بنا سکے' ایک سال نہریں کھود سکے' ایک سال زمینیں آباد کر سکے' ایک سال دریاؤں کو گہرا کر سکے وہ قومی خدمت انجام دے اور آرگنائز لیبر کے طور پہ کام کرے۔ اس کے دو فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹرینڈ ہوگا دوسرا یہ کہ اس نے قومی خدمت کی ہوئی ہوگی اس طرح کا نوجوان ایسا غیر ذمہ دار نہیں ہو گا کہ پھر وہ بسوں کو جلاتا رہے' پھر وہ پتھر اٹھا کے پھینکتا رہے' پھر وہ دوسروں کے گھروں میں گھستا رہے۔ وہ ذمہ دار آدمی ہوگا اور اس طرح سے لوگوں کی بہبودگی میں پاکستان میں جمہوریت کا مستقبل بھی روشن ہو جائے گا۔ کیونکہ پھر کسی کی ہمت نہیں ہوگی کہ وہ آئے یا چار آدمی آئیں اور صدر اور وزیراعظم کو ادھر پھینکا' پارلیمنٹ کو باہر نکالا اور حکمران بن کے بیٹھ گئے۔ اور اس طرح پانچ برس میں' جب تک انڈیا اپنے

دفاع کو جدید خطوط پر استوار کرتا ہے اور جب تک پاکستان اور انڈیا کے توازن کو خطرہ ہوگا تقریباً پانچ سال کے عرصے کے لئے deterrent کے طور پر ہمارے پاس نیوکلیئر آپشن ہونا چاہیئے اور پانچ سال کے اندر ہم یہ رویہ اختیار کریں اس طرح ٹریننگ کا پروگرام سیٹ کریں تو اندازاً پچاس بلکہ ایک کروڑ کے قریب آدمی تیار ہوتا ہے۔ اور جس ملک میں ایک کروڑ تربیت یافتہ نوجوان ہوں اس ملک کے اوپر کوئی بھی شخص حملہ آور ہونے کی جرات نہیں کر سکتا۔ جب میں نے جنرل شمیم عالم سے یہ سوال کیا تو شمیم عالم نے کہا کہ نہیں صاحب وہ ٹرینڈ فوجی ہے بھارت کا ریگولر فوجی کچل کے رکھ دے گا۔ میں نے کہا جی ہاں اس تصور کو بھول جائیں یہ سب پرانی باتیں ہیں۔ اگر آپ کی یہ بات درست ہوتی تو آج افغانستان کو نہیں ہونا چاہئیے تھا۔ آپ کی اگر یہ بات درست ہوتی تو آج ایران کو عراق کا مفتوحہ علاقہ ہونا چاہیئے تھا۔ آپ یاد رکھیں ایران کو defend کرنے کے لئے کوئی ریگولر فوج موجود نہیں تھی۔ کوئی جدید اسلحہ موجود نہیں تھا۔ فوج تو انقلاب کے دوران faint ہوگئی تھی۔ اور سارے کا سارا اسلحہ بیکار ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے بارہ بارہ سال کے غیر تربیت یافتہ 12 سے 15 سال، 16 سال، 18 سال کے غیر تربیت یافتہ نوجوانوں کے ذریعے اپنے ملک کا دفاع کیا ہے۔ جو قوم اپنے دفاع کے لئے تیار ہو جاتے اس پر کوئی حملہ آور ہونے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اور ہمیں جرات مندانہ فیصلے کرنے چاہئیں، ہمیں صرف یہ لال بجھکڑوں کی باتوں میں نہیں آنا چاہیئے۔ کیونکہ ہمیں اپنے مستقبل کو دیکھنا ہے۔ مستقبل کو استوار کرنا ہے۔ اور ہمیں زندہ سلامت مضبوط اور طاقت ور پاکستان اپنی نسلوں کو دے کر جانا ہے۔ اس طرح کا ڈانوں ڈول نہیں جس طرح آج ہمارے حالت ہے۔ دنیا میں تنہا اور ذرا ذرا سہما ہوا، جھجکتا ہوا جیسے اپنے کل کی خبر نہیں ہے۔ جناب چیئرمین یہ بہت سنجیدہ بات ہے۔ اور اس کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیئے۔ اگر آپ کو جلدی نہ ہو ....

جناب چیئرمین۔ ابھی اور بھی کچھ ہیں، میرا خیال ہے اگلی دفعہ بھی تو کرنا ہے

جناب محمد طارق چوہدری۔ اگلی دفعہ تو جی پتا نہیں کب آئے گی، اور اگلی دفعہ یہ حالات نہیں ہوں گے۔

جناب چیئرمین۔ جی ادھر سے آغا صاحب رہتے ہیں، پھر فضل محمد صاحب رہتے ہیں۔

جناب محمد طارق چوہدری۔ جناب چیئرمین! ہمارے سے میں irrelevant ہوں مجھے بتا دیں۔

جناب چیئرمین: جی نہیں آپ irrelevant نہیں ہیں۔

جناب محمد طارق چوہدری: دوسری چیز میں جس کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ ہیں پاکستان کے کم اقتصادی وسائل۔ پاکستان کے وسائل کو تین طرح کے مسائل کا سامنا ہے نمبر ۱ وسائل کم ہیں، نمبر ۲ یہ کہ وسائل ضائع ہوتے ہیں، نمبر ۳ یہ کہ وسائل غلط طور پر خرچ ہوتے ہیں۔ جناب چیئرمین! تین باتیں ہو گئیں کہ وسائل کم ہیں، وسائل ضائع ہوتے ہیں اور وسائل غلط طور پر خرچ ہوتے ہیں۔ اب وسائل کی کمی جو ہے اس سے مجھے اختلاف ہے، میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے پاس اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے، عزت و وقار کے ساتھ برقرار رکھنے کے لئے جتنے وسائل کی ضرورت ہے وہ وسائل پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے فراہم کر رکھے ہیں۔ لیکن ایک تو وسائل ضائع ہوتے ہیں، ایک ہم اپنے وسائل سے فائدہ نہیں اٹھا رہے اور ایک ہمارے وسائل غلط طور پر خرچ ہو رہے ہیں۔ ضائع کس طرح ہو رہے ہیں۔ جناب چیئرمین اس کا سب سے بڑا ضیاع ہے corruption ہے جس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ کتنی corruption ہے، اگر میں ......

کچھ تو اس کا سبب ہے جو چپ ہوں
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

ایک بات تو آتی ہے مگر مثالیں دینے سے بات لمبی ہو جائے گی ہم میں سے کوئی نہیں جس کو اس بات کا علم نہ ہو کہ corruption کتنی ہے، کس سطح سے، کس بلندی تک۔ لہذا اس کو میں یہیں چھوڑ کر آگے بڑھتا ہوں۔ دوسرا ہے وسائل کا غلط استعمال، وہ کس طرح؟ جناب چیئرمین میں مثالوں کے ساتھ واضح کرتا ہوں، مثلاً یلوکیب کی اسکیم تھی، اگر میں کہیں غلط ہو جاؤں تو ملک قاسم صاحب درست کر دیں۔ غالباً اس اسکیم پر 25 ارب روپیہ خرچ ہوا اور اس میں وہ رقم موجود نہیں ہے جو اتنی زیادہ تعداد میں vehicle آنے پر ٹیکس کی صورت میں ادا ہوتی ہے۔ تو جناب چیئرمین! آپ اندازہ لگائیں کہ اس بڑی رقم کے ساتھ 40ہزار آدمیوں کو نوکری فراہم ہونے کا اعلان ہوا کہ تقریباً 40 ہزار لوگ جو ہیں وہ job پر لگ جائیں گے۔ حالانکہ وہ 40 ہزار نہ لگ سکے اس میں سے زیادہ ٹیکسیاں باہر چلی گئیں، بہرحال فرض کر لیں 40 ہزار۔ جناب چیئرمین اگر یہ رقم کسی بنک میں رکھ دی جاتی اور اس پر صرف 10 percent interest آتا، تو

اس کا interest 2 ارب 50 کروڑ روپے بنتا اور اس کے ساتھ اگر ہم بیروزگار لوگوں کو صرف ایک ہزار روپیہ مہینہ سکالرشپ دنے دیتے تو تب بھی 2 لاکھ سے زیادہ لوگوں کو ہم صرف اس کے سود کے ساتھ سکالرشپ دے سکتے تھے ایک ہزار روپے کے حساب سے۔ بہر حال آپ یہ بات نہ کہیں۔ اپنا جناب میں بات کر رہا تھا مجھے افسوس ہے کہ یہ ملتے نہیں ہیں پکا لیتے ہے ـــــ تو جناب چیئرمین! اس طرح دولاکھ سے زیادہ آدمیوں کو صرف اس کے منافع سے آپ روزگار دے سکتے ہیں۔ مطلب اس کو زندہ رکھ سکتے ہیں اور اگر آپ لوکل پاور لومز یا لیپ مشینیں ایک کاریگر جس کو یہ کام آتا ہے جو پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں ان کوآپ کہتے کہ جو بھی آدمی آئے اپنا کام کرنا چاہے ہم اس کو چار پاور لومز دے دیتے ہیں۔ جو ایک لاکھ روپے میں آتی ہیں۔ جناب چیئرمین اس طریقے سے لوکل انڈسٹری آپ تصور کریں کہ کتنی آگے بڑھ جاتی۔ اوپر اور نیچے کی سمت میں کتنے لوگ نوکری پہ لگتے؟ میں نےاندازہ لگایا ہے کہ براہِ راست چھ لاکھ آدمیوں کو روزگار فراہم ہوتا اور ہم نے یہ پچیس ارب روپیہ سمندر میں پھینک دیا۔ کنر میں پھینک دیا۔ یہ ہے وسائل کا غلط استعمال اسی طرح جناب چیئرمین ایک اور مسئلہ ایک اور مثال کہ ہم اس کو دیتے ہیں جس کو ضرورت نہیں ہوتی اس کی طرف توجہ نہیں دیتے جسے اس کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر آپ دیکھیں تعلیم یا صحت ایک سیکرٹری ایک ممبر پارلیمنٹ اور ایک جنرل کو اور اس کے خاندان کو پاکستان میں اور پاکستان کے باہر علاج کروانے کی پوری سہولتیں میسر ہیں۔ جناب چیئرمین اس ایوان میں 15، 10 ایسے لوگ ہیں جو ڈیڑھ کروڑ سے ساڑھے چار کروڑ روپیہ خرچ کر کے ممبر بنے ہیں۔ جن کے پاس اتنے وسائل ہیں انہیں ہم فری میڈیکل دیتے ہیں پاکستان کے اندر اور پاکستان کے باہر یہ لوگ اپنا میڈیکل بل خود ادا کرسکتے ہیں۔ اپنا علاج خود کروا سکتے ہیں اور اگر کبھی باہر جانے کی ضرورت پڑے تو یہ اپنے وسائل سے باہر بھی جا سکتے ہیں لیکن ایک بے روزگار آدمی ایک گدھا گاڑی چلانے والا آدمی ایک چھوٹا تنخواہ دار دو ہزار یا پندرہ سو روپے تنخواہ لینے والا آدمی ایک سکول ٹیچر ایک پروفیسر۔ آپ مجھے بتائیں کہ وہ اپنے اور اپنے خاندان کا علاج کس طرح کروا سکتا ہے؟ یعنی اگر یہی رقم ان کی طرف منتقل کردی جائے اور آپ اپنے میڈیکل بل نکوا کر دیکھ لیں ایک ایک آدمی پہ جتنا خرچ ہوا ہے اگر وہ ایک آدمی کا جو بل ہے وہ ایک پورے شہر کو دے دیا جائے تو پورے شہر کے آپ چھوٹے اور عام آدمیوں کو علاج کی سہولت فراہم کر سکتے ہیں ہم اس کو علاج کی سہولت فراہم نہیں کرتے وہ ایڑی رگڑ کر مرتا ہے

جو ہمارا ووٹر ہے، جو ہمیں یہاں تک پہنچاتا ہے، جو وسائل پیدا کرتا ہے، جو حقیقتاً ٹیکس دیتا ہے، جو حقیقتاً پاکستان سے پیار اور محبت کرتا ہے، جو چودہ اگست کو وسائل اور رقم نہ ہونے کے باوجود دو دو اور تین تین سو روپیہ خرچ کر کے لمبے چوڑے بانس اور جھنڈے گاڑھتا ہے اور ہم جن کے پاس سارے وسائل ہیں ایک سنکر اپنی پچاس لاکھ کی گاڑی پر نہیں لگوا سکتے ایسے دن۔ اوراس پاکستان سے محبت کرنے والے کو ہم نے یہ سزا دے رکھی ہے کہ نہ اس کے لئے تعلیم ہے اور نہ اس کے لئے صحت کا بندوبست ہے۔ سارے کے سارے وسائل اپنی طرف آپ لپیٹتے چلے جا رہے ہیں۔ اپنی طرف یہ جو click ہے بیوروکریسی کا، جاگیر دار سیاست دان کا اور یہ جو click ہے فوجی افسر کا۔ سارے پاکستان کے وسائل آپ نے ان لوگوں کے لئے وقف کر رکھے ہیں اور عام آدمی کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے، دوبھر ہو گئی ہے، مشکل ہو گئی ہے۔ یہ ہے وسائل کا غلط استعمال۔ ہم اپنے وسائل کے استعمال کو درست کریں تب بات بنے گی۔ وسائل کی کمی نہیں ہے۔ اس کے ضیاع کو روکیں۔ اس کے استعمال کو صحیح کریں۔

جناب چیئرمین! جب چین کا انقلاب آیا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم اپنے وسائل کو اتنے برس کے لئے کسی اور چیز پر خرچ نہیں کریں گے۔ پہلے اپنی قوم کو پینے کا صاف پانی فراہم کریں گے۔ اس وقت صرف اسلام آباد میں دیکھیں۔ وزیراعظم سیکرٹریٹ، سپریم کورٹ کی بلڈنگ، پارلیمنٹ کے ہاؤسز، سی بی آر یہ جو سامنے بن رہی ہیں۔ ذرا آپ اس کا خرچہ نکال دیں۔ ان پر خرچ ہونے والی رقم نکال دیں۔ کیا اس وقت ہمارے judges جو ہیں یہ عمارت بننے سے پہلے جھونپڑیوں میں بیٹھ کر فیصلے کرتے تھے، درختوں کے نیچے بیٹھ کر فیصلے کرتے تھے؟ کیا اگر یہ وزیر اعظم سیکرٹریٹ نہ بنے تو کیا وزیر اعظم صاحبہ جو ہیں وہ اس وقت لان میں بیٹھ کر، گھاس پر بیٹھ کر فائلیں دستخط کرتی ہیں؟ کیا ان کے پاس دفتر نہیں ہے؟ کیا judges کے پاس عدالتیں نہیں ہیں؟ پارلیمنٹ کے ممبر ہم جو ہیں سڑکوں پر سوتے ہیں یا فٹ پاتھ پر رات گزارتے ہیں؟ آپ اس خرچے کو دیکھ لیں۔ یہ جتنے روپے بنتے ہیں۔ اس اتنے ارب روپوں کے ساتھ پورے پاکستان کے ہر شہری کو صاف پینے کا پانی فراہم کیا جا سکتا ہے لیکن آپ کو اپنے شہری کی کوئی فکر نہیں ہے۔ آپ کو اسلام آباد میں عمارتیں کھڑی کرنی ہیں۔ آپ نے اسلام آباد میں وسائل جھونکنے ہیں۔ آپ نے صرف ایک sports گاڑی دوڑانے کے لئے 31 ارب روپے موٹر وے پر خرچ کرنے ہیں۔ ایک sports گاڑی جو ہے وہ لاہور سے چلے گی اور پل بھر

میں اسلام آباد دو گھنٹوں میں پہنچ جائے گی ۔ صرف آپ اس کا اگر kick back نکال لیں جو میرے اندازے کے مطابق 10 بلین ہے ۔ آپ اندازہ لگائیں کہ پورے پاکستان کو سڑکوں کے net work کے ساتھ منسلک کیا جا سکتا ہے ۔ ایک کروڑ کے مقابلے میں ۔ یہ ہمارے وسائل کا غلط استعمال ہے ۔ اگر یہ فیصلہ میں نے ' آپ نے اس پارلیمنٹ میں نہ کیا تو خدا کی قسم یہ ایران کی طرح ' یہ چین کی طرح 'روس کی طرح ہماری کٹی ہوئی گردنوں اور تڑپتے ہوئے لاشے اور ہمارے خون کے اوپر چڑھ کر یہ غریب عام آدمی ایک انقلاب کے ذریعے یہ کرے گا اگر میں نے اور آپ نے نہ کیا ۔ اس موقع کے آنے سے پہلے ہمیں اپنی سمت درست کرنی چاہئیے ۔ ہم یہاں کھڑے ہو کر ان کے لئے کچھ نہیں کرتے ہیں ۔ یہ سارا کچھ جھوٹ کا پلندہ ہے ۔ ساری باتیں فضول ہیں ۔ میں حیران ہوتا ہوں جب میں یہاں سنتا ہوں 'یہاں میں بیٹھا ہوتا ہوں ۔ ہمارے لوگ کھڑے ہو کر واضح طور پر غلط بیانی کرتے ہیں ۔ تمام یقین دہانیاں غلط ہوتی ہیں ' تمام باتیں غلط ہوتی ہیں ۔ جھوٹ ' غلط بیانی باہر بھی غلط ہے لیکن یہ تو اس طرح کی صورت حال ہے جناب چیئرمین ! جیسے کتے کے گوشت کو سور کی چربی میں پکا کر اور زیادہ پاکیزہ کیا جائے ۔ ایوان کے اندر غلط بیانی ہوتی ہے اور ہم نے یہ تہیہ کیا ہوا ہے کہ ہم صرف اپنے لئے سارا کچھ کریں گے ۔ غریب آدمی کے لئے کچھ نہیں کریں گے ۔ ہمارا ایک نالائق بیٹا جو کسی نہ کسی طرح تھرڈ ڈویژن میں ایف ایس سی کر لے ۔ جناب چیئرمین! اس کو میڈیکل میں داخلہ ملتا ہے ۔ اب بھی میرا خیال ہے ۔ ڈاکٹر صاحب اگر پھر اصرار کر رہے ہیں ۔ سابق وزیر اعظم کی بیٹی تھرڈ ڈویژن ہونے کے باوجود میڈیکل کر رہی ہے ۔ آپ مجھے بتائیں کہ اس کو کیا ضرورت ہے ۔میں یہ کہتا ہوں کہ ہم غلط استعمال کر رہے ہیں ۔ کیا اس کو ضرورت ہے وہ کبھی پریکٹس نہیں کرے گی لیکن ہم نے ایک غریب آدمی کو جگہ دینے کی بجائے اس کو دے دی تو میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ اسی طرح جو ہمارا نالائق بچہ ہے کہ جس نے بڑی مشکل سے میٹرک پاس کیا ہے جوکہ میڈیکل وغیرہ میں نہیں جا سکتا تو وہ تحصیلدار ہے ۔ وہ ASI ہے ۔ اس طرح کی جتنی نوکریاں ہیں اس کے لئے ہیں ۔ میرٹ نام کی کوئی چیز یہاں نہیں ہے ۔ یہاں غلط بیانی کی گئی ہے کہ میرٹ پر کیا ہے ۔ بالکل میرٹ کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے ۔ غریب آدمی کا بچہ جس طرح مقابلہ کر کے آگے بڑھتا ہے ۔ درختوں کے نیچے ' ٹاٹ کے اوپر ' ان ٹرینڈ ٹیچرز اور کم پڑھے لکھے ٹیچر کے ساتھ پڑھنے والا بچہ Aitchisonian کے ساتھ مقابلہ کرنے کی سکت ہی نہیں رکھتا لیکن پھر بھی اگر

وہ مقابلہ کرکے اوپر آ جاتا ہے کسی نہ کسی طرح تو اس کو کبھی نوکری نہیں ملتی اور ہمارا نالائق بچہ جو ہے ' نالائق بھتیجا جو ہے ' نالائق بھانجا جو ہے وہ نائب تحصیلدار بن کر پوری قوم کو لوٹ رہا ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین ' میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ اپنے وسائل کا استعمال صحیح بنائیں ' درست بنائیں ۔ اگر ہم یہ نہیں کریں گے یہ دو باتیں ایک اپنے دفاع کی بات اور ان وسائل کی بات تو خدا کی قسم ہمارے لئے survival بہت مشکل ہو جائے گا ۔ باقی میں آئندہ کے لئے چھوڑتا ہوں۔

جناب چیئرمین : بہت بہت شکریہ ۔ جی آفتاب شیخ صاحب ۔

جناب آفتاب احمد شیخ، عرض یہ ہے جناب کہ ٹائم 1:20 ہو رہا ہے اور میں نے تقریر نہیں کی ہے ۔ ریکارڈ گواہ کہ میں نے صدر کے خطاب پر تقریر نہیں کی ہے ۔

جناب چیئرمین : کیوں رضا ربانی صاحب ' What you suggest کیونکہ اس وقت فضل آغا صاحب ' فضل محمد صاحب اور ظفر بھی رہ گئے ہیں جو کہ تقریر کرنا چاہتے ہیں تو What do you propose.?

Main Raza Rabbani: I would most humbly suggest that if we continue with the session today. After 1:30 we have the AZAN and then we can break for about 20 minutes and after that we could sit and wind it up today.

جناب چیئرمین ، کیوں جی ' کیا خیال ہے آپ کا؟

جناب آفتاب احمد شیخ، جناب ' wind up کا جہاں تک سوال ہے آج ہی کریں لیکن ٹائم تو دیں بولنے کے لئے ۔

جناب چیئرمین، اس میں یہ ہے کہ ان کی تجویز ہے کہ afternoon اجلاس کر لیں۔

جناب آفتاب احمد شیخ، بات یہ ہے ناں کہ نماز کا وقت دیں اورکھانے کا وقت دیں ۔ اس کے بعد 4 بجے رکھ لیں۔

میاں رضا ربانی : سر ' 4 بجے سینیٹرز نہیں آئیں گے ۔ میں یہ تجویز دوں گا کہ 2 بجے رکھ لیں ۔ آدھے گھنٹے کا وقفہ رکھ لیں ۔ ----

(مداخلت)

سید خورشید احمد شاہ ۔ اگر ہمارے دوستوں کو منظور ہو تو ہم ان کے لئے کھانے کا بندوبست یہاں کرتے ہیں ۔

جناب چیئرمین ، چلیں ۔ آپ یہاں کھانا کھائیں گے ۔ you arrange the lunch. ٹھیک ہے جی فضل آغا صاحب ۔

So, lunch will be arrange by the Minister. No, No, not here, in the Cafeteria. So, lunch will be arranged and then we will meat after lunch at 2:15 PM.

(مداخلت)

جناب چیئرمین ، جی جناب فضل آغا صاحب ۔ ابھی شروع تو کریں ناں ۔ ابھی ٹائم ہے ۔ اذان جب تک نہیں ہوتی اس وقت تک تو کریں ۔ جی جناب فضل آغا صاحب ۔

سید محمد فضل آغا ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! مشکور ہوں کہ آپ نے صدر صاحب کی تقریر پر ، پارلیمنٹ کے خطاب پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع دیا ہے۔ اور اس بات کی بھی خوشی ہے کہ صدر صاحب نے جب پارلیمنٹ سے خطاب کیا تھا۔ اس کو اب چھ سات مہینے گزر بھی گئے ہیں۔ اور جن حالات کی انہوں نے پیشن گوئیاں کی تھیں۔ اس پر بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ جناب اس ہاؤس میں ہمارے اس طرف کے معزز اراکین نے اس بات پر بڑی ناراضگی کا اظہار کیا اور غم و غصہ کا اظہار کیا کہ پارلیمنٹ ہاؤس میں جو کچھ ہوا ہے۔ وہ پارلیمانی آداب کے خلاف تھا اور پاکستان کی history کے خلاف تھا اور پوری قوم کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ لیکن میں ریکارڈ کو درست رکھنے کی خاطر یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جن صاحب کے ساتھ یہ مسئلہ پیش آیا تھا۔ اگر آپ کو یاد ہو تو غلام اسحاق خان صاحب جب صدر تھے۔ جن کے خلاف کوئی charge نہ تب تھا اور نہ اب ہے anti-corruption کا ان کے خلاف موجودہ صدر صاحب نے اور موجودہ وزیر اعظم صاحبہ نے خود یہ دونوں پیش پیش تھے۔ اور ہڑ بازی میں اور ایک روایت جو ملک کے اندر نئی تھی۔ ہماری اس طرف کی بنچوں پر بیٹھنے والے دوست اور ان کے موجودہ جو صاحب اختیار ہیں جو اس وقت presidency میں تشریف فرما ہیں یا وزیر اعظم ہاؤس میں تشریف فرما ہیں۔ اُن صاحب نے خود اس بے راہ روی کی اور ناروا سلوک کی بنیاد رکھی۔ صرف اسی

پر اکتفا نہیں کیا ۔ اس سال انہوں نے اس میں ایک اور addition، کیا کہ پارلیمنٹ کے اندر آپ کے کہنے پر اور سپیکر صاحب کے کہنے پر کسی بھی guest کو آنے کی اجازت نہیں دی بلکہ صدر صاحب نے یہ اختیار اپنے پاس رکھا اور اس کے نتیجے کے طور پر دو سو ساٹھ جیالوں کو جو جہانگیر بدر صاحب وہاں لائے تھے ۔ ان کو کارڈ دیئے اور وہ پارلیمنٹ ہاؤس کے اندر تشریف لے گئے۔اور آپ نے دیکھا کہ دونوں ادوار میں گیلری سے جب ان کی حکومت رہی ہے تو گیلری سے hooting ہوتی رہی ہے۔ تالیاں بجتی رہی ہیں۔ جو ہمارے آئین اور پارلیمانی روایت کے خلاف ہے اور کسی بھی حکومت کے دوران یہ نہیں ہوا ہے ۔ صرف اور صرف یہ ہمارے بھائیوں کے اور پیپلز پارٹی کی حکومت کے دوران یہ ہوتا رہا ۔ صرف یہ نہیں ہوا کہ پارلیمنٹ کی galaries میں سے visitor حضرات یا باہر سے جو غنڈے لائے گئے تھے۔ وہ پارلیمنٹ کے اندر بیٹھے ہوئے لوگوں کو گالیاں دے رہے تھے ۔ بلکہ پارلیمنٹ کے سیشن کے ختم ہونے کے بعد وہ دو سو ساٹھ' تین سو غنڈے پارلیمنٹ کی lobbies میں کھڑے تھے اور parliamentarian جیسے ہی ہال سے نکلے ان کو انہوں بری طرح مارا پیٹا۔ نتیجے کے طور پر چار' پانچ آدمیوں کو ہسپتال میں داخل کرنا پڑا جو آج تک disabled ہیں اور آج بھی ان کو باہر جانے کی اجازت اور سرکار کے خرچے پر علاج کی اجازت نہیں ملی۔ تو یہ ایک دوسری روایت جو انہوں نے رکھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی یہ روایت مناسب نہیں ہے۔ لیکن شیشے کے گھر میں بیٹھے ہوئے اگر دوسرے پر پتھر پھینکیں گے تو ان کے اپنے شیشے ضرور ٹوٹیں گے میری یہ گزارش ہے کہ ملک کےاندر جب بھی اس قسم کے مثالیں قائم کی گئی ہیں۔ یہ ہمارے محترم اس طرف کی بنچوں پر بیٹھنے والے حضرات اور پیپلز پارٹی کی طرف سے یہ سارے آئین کے خلاف جو کچھ ہوتارہا ہے ۔ وہ ان کی طرف سے ہوتا رہا ہے۔ تو اس لئے ان پر یا ان حالات پر ہیخ پا نہیں ہونا چاہئیے ۔ بلکہ اپنے گریبانوں میں سر ڈال کر یہ سوچنا چاہئیے۔ اس قسم کے آئین کو بالا ئے طاق رکھ کر اور اس قسم کی ہماری روایت کے خلاف اور شرافت کے خلاف جو اقدامات ہیں۔ اس سے گریزکرنا چاہئیے اور ملک اور عوام کو decency اور شرافت کا سبق دینے چاہئیں۔ جو ان کی طرف سے اقدام ضروری ہے ۔ صدر صاحب کا جہاں تک پارلیمنٹ سے خطاب کاتعلق ہے ۔ یہ ایک آئینی فریضہ ہے جو صدر صاحب کو ہر سال نئے سال شروع ہونے کے وقت ادا کرنا ہوتا ہے اور دونوں ایوانوں کے ممبروں کو ایک مشترکہ اجلاس سے خطاب کرنا ہوتا ہے ۔ اور اس میں صدر صاحب کی sitting

حکومت کی گذشتہ کارروائی اور آئندہ سال کی آنے والی policies پر طریقہ احسن روشنی ڈالنی ہوتی ہے۔ اور پوری قوم کو اس سے آگاہ کرنا ہوتا ہے۔ اور گورنمنٹ کی جو short comings جو خامیاں ہیں۔ اس میں اس کے لئے تنبیہہ ضروری ہے۔ لیکن مجھے افسوس کہ موجودہ صدر صاحب نے جو ان کو قصیدہ حکومت کی طرف سے دیا گیا تھا۔ ایک قصیدہ خواں کے طریقے سے اس قصیدے کو پڑھ کے سنانے کی کوشش کی۔ نہ گذشتہ جو ان کی خامیاں تھیں اس پہ کوئی روشنی ڈالی اور نہ ان کو درست کرنے کے لیے کہا۔ اور نہ ہی آئندہ کے آنے والے اقدامات پہ کوئی خاطرخواہ انہوں نے ذکر کیا یا کوئی رہنمائی قوم کی یا حکومت کی۔ سوائے اس کے کہ جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ ایک درباری اور قصیدہ خواہ کی حیثیت میں ایک قصیدہ انہوں نے پڑھ کے قوم کو سنایا۔ نتیجے کے طور پر چھ سال گزرنے کے بعد آپ دیکھ رہے ہیں کہ ملک نے اور عوام سے جتنے بھی وعدے کئے گئے تھے ان میں سے کتنے پورےہوئے ہیں اور کیا کچھ ہوا ہے۔ صدر صاحب نے اپنی تقریر میں حکومت کی بہت زیادہ تعریف کی۔ جہاں تک کہ انہوں نے پرائمری سکول کے کمرے بھی گنوانے شروع کر دیئے تھے کہ جناب اس ملک کے اندر پرائمری سکول کے پندرہ سو دو ہزار کمرے بن گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدر صاحب کی تقاریر میں تو اس سے بہت بڑے پراجیکٹس کا ذکر ہونا چاہئے تھا جو national level کے projects تھے۔ پرائمری ایجوکیشن تو district level پہ اور district authority کے prerogative میں آتا ہے اس پر بات نہیں ہونی چاہئے تھی۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ صدر صاحب نے اپنے دل و دماغ سے کام نہیں لیا اور یا ان کو ایسا کرنے نہیں دیا گیا اس لیے کہ وہ ایک پارٹی کے منتخب صدر تھے، پوری قوم کے ووٹوں سے نہیں آئے تھے اور وہ اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرنے میں شاید قباحت محسوس کر رہے تھے یا ایسا نہ کر سکے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس روایت کو بھی آئندہ کے لیے دور رکھنا چاہئے اور صدر صاحب کو اتنے اختیارات ضرور ہونے چاہئیے کہ آئین اور قانون کا وہ تحفظ کر سکیں اور ملک کی ہر حالت میں صحیح طور پر رہنمائی کر سکیں۔ کیونکہ صدر صاحب کا جو مقام ہے وہ پاکستان کے آئین کے مطابق ان تمام party affiliations سے بہت بالاتر ہے اور یہ ہونا چاہئیے تھا۔ ایک ریفری کی حیثیت سے ان کو اپنا role play کرنا چاہئیے تھا اس لیے کہ اگر صدارت کی کرسی بھی party role ادا کرنے میں involve ہو تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ پھر اس ملک اور قوم کو ہم کس طرف لے جا رہے ہیں اور قوم اور ملک کو ہم کیا دے سکتے ہیں۔ پھر پاکستان کو خدا اس

تباہی سے بچانے جس کی طرف یہ اس وقت لے جانے کی کوشش کررہے ہیں۔

صدر صاحب نے یہ بھی نہیں کہا کہ جو پچھلے سات مہینے سے آپ کی اور جناب سپیکر قومی اسمبلی کی رولنگ کی پاسداری حکومت کسی طرح بھی نہیں ہونے دے رہی اور ultra constitutional جو ان کے اقدامات ہیں اس پر صدر صاحب نے کبھی بھی کھل کے بات نہیں کی۔ میں شاباش دیتا ہوں اور داد دیتا جناب یوسف رضا گیلانی صاحب، سپیکر نیشنل اسمبلی کو جنہوں نے party affiliation سے بالاتر ہو کر گو کہ ایک پارٹی سے ان کا تعلق ہے، گو کہ اسی پارٹی سے ان کا تعلق ہے، party affiliation سے بالاتر ہو کر نیشنل اسمبلی میں آج بھی وہ برملا وہ کہتے ہیں کہ rule 90 کے تحت جو ان کے اقدامات ہیں وہ بالکل جائز ہیں اور production order پہ عملدرآمد ہونا چاہئے۔ اور گورنمنٹ نہیں کر رہی ہے تو rules and constitution کی خلاف ورزی ہے۔ آپ کو بھی میں داد دیتا ہوں کہ آپ نے جس تدبر سے پچھلے ادوار میں اور آج اس House کو چلانے کی کوشش کی اور جب بھی موقع ملا party affiliation سے بالاتر ہو کے آپ نے جس طرح آئین کا تحفظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ بھی بجا طور پر داد کے مستحق ہیں۔ اور آج بھی اس House کے تقدس کو بالا رکھنے کے لیے اپنا پورا عمل اور اقدام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کاش اگر صدر صاحب بھی یہ realise کرتے جو آپ نے اور سپیکر نیشنل اسمبلی نے کیا ہے اور حکومت کو تنبیہہ کرتے کہ وہ ultra constitutional steps نہ لیں۔ مجھے افسوس ہے کہ محترمہ نے ابھی چند دن پہلے فرنٹیئر کور میں بھی کہا تھا کہ سپیکر اور چیئرمین کی رولنگ کی کوئی حیثیت نہیں ہے، یہاں پہ majority ہے اور جو majority چاہے گی وہی ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ constitution کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے تو ان ساری باتوں پہ صدر صاحب کا آج تک خاموش رہنا بہت افسوس کی بات ہے۔ میں آج بھی یہ سمجھتا ہوں کہ صدر صاحب کو اپنے آئینی فرائض ادا کرنے چاہئے، وہ سربراہ مملکت اگر بنے ہیں تو پھر وہ آئینی گارڈین ہیں، وہ آئین کے محافظ ہیں ان کو چاہئیے کہ وہ آئین کا تحفظ کریں اور آئین کی طاقت سے یہ ملک اور یہ فیڈریشن ایک ساتھ رہ سکتی ہے اور اسی میں ملک اور قوم اور ہماری اور ان سب کی بھلائی ہے۔ سر، صدر صاحب نے اپنی تقریر میں ان تمام مشکلات کی طرف جس سے ہماری بارہ کروڑ عوام دو چار ہے حکومت کی توجہ صحیح طور پر نہیں دلائی ہے۔ جس میں مہنگائی ہے۔ آپ دیکھیں جب سے گورنمنٹ برسراقتدار آئی ہے۔ تو ۷۰ سے ۷۵ فیصد

inflation ہے یا مارکیٹ میں چیزیں مہنگی ہو گئی ہیں۔ جس سے عام آدمی کا جینا جو ہے وہ دشوار ہو گیا ہے اور غریب کی کمر انہوں نے توڑ کے رکھ دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ ایک ہی سوچی سمجھی سکیم کے تحت ہو رہا ہے کیونکہ جب بھی کمیونزم اور سیکولرزم قسم کے خیالات کے لوگ کسی ملک میں اپنے نظریات کو مسلط کرنا چاہتے ہیں تو ان کی سوچ یہی ہوتی ہے کہ ایک ایسا ماحول create کیا جائے کہ غریب آدمی نان شبینہ کو ترس جائے اور سیاست دان یا صاحب اختیار جو لوگ ہیں وہ جو بھی سلوک روا رکھیں ، آئین و قانون اور قوم کے ساتھ جس طرح بھی وہ کھیلنا چاہیں، وہ کھیل سکیں۔ اس لئے کہ غریب آدمی تو اپنے پیٹ کی آگ بجھانے میں لگا رہے اور ان کو باقی چیزوں سے کوئی تعلق نہ رہے وہ سیاست سے بہت دور رہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جمہوریت کی بیخ کنی کے لئے پہلا step ہوتا ہے جہاں بھی جمہوریت کو آپ ناکام کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اس معاشرے پر آپ ایک معاشی بوجھ ڈالتے ہیں اور آپ نے دیکھا کہ ایک سال کے اندر پاکستان میں عام آدمی کی جو حالت ہو رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس ہاؤس میں اور اس ہاؤس کے باہر کسی آدمی سے پوشیدہ نہیں ہے ۔ عام آدمی کی یا مڈل کلاس کے لوگوں کی کیا حالت ہے۔

(اس مرحلے پر اذان ظہر سنائی دی۔)

سید محمد فضل آغا۔ باقی اذان کے بعد۔

Mr. Chairman: The House is adjourned till 2-15 p.m or, I think in the mean time.

lunch وغیرہ کا بندوبست ہے ۔ شکریہ!

[The House adjourned for prayers and lunch].

(The House reassembled after interval with

Mr. Chairman in the Chair).

جناب چیئرمین: جناب فضل آغا صاحب۔

سید محمد فضل آغا، جناب چیئرمین! میں آپ کے توسط سے اذان سے پہلے گورنمنٹ کی توجہ مہنگائی کی طرف دلا رہا تھا اور گزارش یہ کر رہا تھا کہ ان حالات میں جب ملک کے عام آدمی کی کمر اقتصادی طور پر ٹوٹی ہوئی ہے تو پھر ان حالات میں جمہوریت کو تقویت پہنچانے کے لئے میں نہیں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کوئی جمہوریت یا عوام کی خدمت کر رہی ہے ۔ میری گزارش ہے کہ اقتصادی پالیسی کے اوپر نظر ڈالی جائے اور غریب عوام کی مشکلات کو سامنے رکھا جائے ۔ یہ بالا ایوانوں میں بیٹھنے والے غریبوں کے حالات سے بھی خود کو واقف رکھیں ۔ اس کے علاوہ جناب آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک المیہ یہ ہے کہ جو پارٹیاں اسلام یا اسلامی قوانین سے دور، مغرب زدہ یا مغرب کے نظام سے apologetic ہوتی ہیں تو ان کا ایک رویہ بھی ہوتا ہے کہ ملک کے اندر جو اسلامی کلچر ہے اس پر بھی ان کا حملہ ہوتا ہے ۔ آپ نے دیکھا ہو گا جب یہ پیپلز پارٹی والے برسر اقتدار آتے ہیں تو ملک میں ایک نیا سسٹم شروع ہو جاتا ہے اور ساری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ساری قوم کو رقص و سرود پر لگا دیا جائے ۔ بجائے اس کے کہ مذہبی پروگرام دیئے جائیں اور ایمان کو تازہ کیا جائے یا اسلامی قوانین کی طرف توجہ دی جائے لیکن ان کی توجہ ہمیشہ کلچرل شو اور کلچرل twist پر ہوتی ہے اور ٹی وی پر ایک عجیب تماشا کر کے عوام کی توجہ مبذول کرتے ہیں ۔ آپ نے دیکھا کہ جب سے یہ آئے ہیں انہوں نے ساری توجہ پی ٹی وی پر گانے بجانے اور رقص و سرود پر لگائی ہوئی ہے بجائے اس کے کہ لوگوں کو educate کرتے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس مقصد کے لئے ملک بنا تھا اور جس مقصد کے لئے ہم ہندوستان سے الگ ہوئے تھے یہ اس سارے مقصد کو دفن کرنے کے مترادف ہے اور میری یہ گزارش ہے کہ اس تہذیبی ورثے کو، اس اسلامی ورثے کو اس طرح خراب نہ کیا جائے کہ آپ نے ہر گھر میں ایک تھیٹر اور ڈرامے شروع کر دیئے ہیں۔ اور جب بھی آپ ٹی وی لگائیں یہی سب کچھ نظر آتا ہے۔ نہ ایسے لوگوں سے ملاقات کرائی جاتی ہے کہ ملک کے اقتصادی حالات پر بحث ہو یا مذہبی اسباق سکھائے جائیں یا ہسٹری سے ہو یا ایگریکلچر کے پروگرام ہوں، جس سے ملک کی تعمیر و ترقی ہو سکتی ہے۔ ذہنی شعور کی پرورش ہو سکے۔ سوائے اس کے کہ رقص و سرود کی طرف ہو۔ یہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ کلچر اور تہذیب کو بگاڑنے کی ایک سوچی سمجھی سکیم ہے اور آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب بھی ہمارے یہ بھائی برسراقتدار آتے ہیں تو ان باتوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو اس ملک کے بنیادی مقاصد اور قرارداد پاکستان کے خلاف ہے۔ مجھے یہاں یہ کہتے ہوئے کوئی عار نہیں ہے

کہ آج سے بیس مہینے پہلے یا ہم جب بھی اپنے علمائے کرام یا وہ پارٹیاں جو ان کی حلیف ہیں' ان کے ساتھ چلتی ہیں' جب ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ہم سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ ملک کو اسلامائزیشن کی طرف لے جائیں گے۔ مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب بھی pending business اسلامائزیشن کا ہوتا ہے اور پیپلز پارٹی برسراقتدار آتی ہے تو وہ ساری چیزیں cold storage میں چلی جاتی ہیں۔ اور آج بھی بیس بائیس مہینے گزر جانے کے بعد اسلام کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے۔ کوئی اسلامک بل پیش نہیں کئے گئے ہیں بلکہ یہ انٹرنیشنل فورم پر ساری یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ہم رجعت پسند نہیں ہیں ہم moderate Muslims ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ moderate Muslim ہونا کوئی چیز نہیں' ہم یا مسلمان ہیں یا مسلمان نہیں ہیں۔ اور اگر ہم مسلمان ہیں تو اسلام کی بنیادی اقدار ہمیں اپنانی پڑیں گی' ہمیں ان پر شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہم اس سے شرمائیں اور امریکہ اور یورپ کو یہ باور کراتے پھریں کہ ہم moderate Muslim ہیں' ہم conservative نہیں ہیں' ہم رجعت پسند نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ملک و قوم پر ایک دھبہ ہے اور یہ ساری باتیں اسلام دشمنی کے مترادف ہیں۔ پچھلی حکومت جب آئی تھی تو ہمارے pending Bill جو تھے وہ ---- میری گزارش ہے کہ طارق صاحب اپنی تقریر کر چکے ہیں اور ہم نے ان کی باتیں بڑی توجہ سے سنی ہیں' اور سردار صاحب کو کہہ جائے کہ مجھے بات کرنے کی اجازت ہو ورنہ آپ تو بول بیٹھے ہیں جب یعقوب صاحب کی باری آئے گی تو ہم----

(مداخلت)

سید محمد فضل آغا۔ میں گزارش کر رہا تھا کہ ملک چونکہ اسلام کے نام پر بنا ہے اور ہمارا ایک اسلامی تشخص ہے اس سے ہمیں شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہمیں اس کو modernise کرنے کی ضرورت ہے' نہ ہمیں اسلام کی شکل بگاڑنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ حکومت جب بھی برسراقتدار آتی ہے تو ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ مسلمان اور اسلام کے کلچر کو بگاڑا جائے اور اسلامی تشخص کی شکل کو بگاڑا جائے وہ چاہے ٹی وی کے ذریعے ہو' چاہے کلچرل شوز کے ذریعے ہو' چاہے محترمہ باہر جا رہی ہوں تو ان کے ساتھ اس قسم کے کلچرل troups چلے جائیں اور وہاں دنیا کو دکھایا جائے اور یہ کوشش کی جائے کہ ہم modernise ہیں۔ ہمیں کوئی ضرورت نہیں امریکہ کے سامنے apologetic ہونے کی یا European کے سامنے apologetic

ہونے کی۔ ہمیں اپنے اسلام اور مسلمان ہونے پر فخر ہے اور ہمارا ایک ملک ہے' ہمیں اپنے وسائل کے اندر رہنا چاہیئے' ہم ان وسائل کے اندر جی سکتے ہیں' رہ سکتے ہیں' پنپ سکتے ہیں' ہم میں خود اعتمادی ہونی چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک پاکستانی کی حیثیت سے ہماری یہی کوشش ہونی چاہیئے کہ عوام کے اندر خود اعتمادی کے جذبے کو اجاگر کیا جائے اور اپنی شناخت کو تبدیل کرنے کے بجائے اس کو مزید اجاگر کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ہمیں اپنی پالیسی کو ان خطوط پر استوار کرنا چاہیئے چہ جائیکہ ہم دوسروں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس ملک کے عوام کو آدھا تیتر اور آدھا بٹیر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ملک کو تباہی کی طرف لے جانے کی سازش ہے۔ پاکستان کی طرف ساری دنیا کی نظریں ہیں۔ دنیا میں یہ واحد مملکت ہے جو اسلامی نظریے پر بنا اور اس نظریے کو اپنانے میں ہمیں فخر کرنا چاہیئے اور اس کی طرف توجہ ہونی چاہیئے۔ مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بیس مہینے گزر جانے کے باوجود اسلام کی طرف' اسلامک رولز لانے کی طرف' ان تمام باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی اور وہ پارٹیز جو اسلام پسند ہیں جو ہم سے زیادہ اسلام کے دلدادہ ہیں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتی کہ ہمارے یہ بھائی ان کا اب تک ساتھ دینے میں کس لئے حامی بھر رہے ہیں؟ اب بیس مہینے گزرنے کے بعد کوئی وعدہ بھی صحیح نہیں ہوا' نہ ہی عوام سے اور نہ ہی ان اسلام پسند پارٹیوں سے جن کے ساتھ ان کا وعدہ تھا کہ ہم تمام امور کو اسلام کے مطابق لائیں گے۔ اس کے علاوہ سر آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہم نے نیوکلیئر ایشو پر اپنا رویہ کیا رکھا ہوا ہے؟ جب سے یہ برسراقتدار آئے ہیں' سابقہ گورنمنٹ میں بھی انہوں نے امریکن کو' European کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہم یہ نہیں کر رہے ہیں اور اس وقت بھی انہوں نے نیوکلیئر پروگرام کو Cap کیا۔ اور یہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ ہم نے wind up نہیں کیا۔ انہوں نے نیوکلیئر پروگرام cap کر دیا ہے' نیوکلیئر پروگرام cap کر دینا ایسا ہے کہ خود کو دلدل میں پھنسانے کی بات ہے۔ جیسے ہمارے معزز ساتھیوں نے کہا' میں سمجھتا ہوں کہ نواز شریف نے یہ کہہ کر کہ ہمارے پاس نیوکلیئر ایٹم بم ہے پوری قوم پر احسان کیا ہوا ہے۔ اس لئے کہ جب تک آپ کے پاس اس قسم کا deterrent نہ ہو تو آپ ہندوستان جیسے موذی دشمن کے جس نے روز اول سے ہی آپ کو تسلیم نہیں کیا ہے اور جو اب بھی ہر فورم پر یہ کہتا پھرتا ہے کہ جی ہم اور آپ تو ایک ہیں' ہمارا اور آپ کا تو کوئی اختلاف نہیں ہے' ان کی تو یہ پالیسی چلی آ رہی ہے۔ جس کے لئے ہمیں لاکھوں اور کروڑوں کے حساب

سے قربانیاں دی ہیں، پاکستان بننے کی صورت میں بھی اور مشرقی پاکستان علیحدہ ہونے کی صورت میں بھی۔ اس دشمن کے مقابلے میں آپ کے پاس نیوکلیئر deterrent کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس میں ہمیں امریکہ کے آگے جھکنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ محترمہ ابھی امریکہ سے ہو کر آئی ہیں۔ پوری بارات بلکہ سینکڑوں افراد کے ساتھ گئیں، تمام کلچرل شوز اور تمام فورمز پر لوگوں کو لے جانے کی بھی انہوں نے کوشش کی ہے بلکہ شاہ سے شاہ پسندوں نے زیادہ اس میں involve ہونے کی کوشش کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ محترمہ کی تو خواہش نہیں تھی لیکن ان کے بعض وزراء نے اس سے زیادہ کرنے کی کوشش کی اور امریکہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ نہ تو ہمارے پاس نیوکلیئر پروگرام ہے اور نہ ہم رجعت پسند مسلمان ہیں نہ ہم اسلامی نظریے کو تقویت دیتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ساری باتیں ملک دشمنی پر مبنی ہیں۔ امریکن ہم پر اس سے زیادہ کیا پریشر ڈال کر سکتے ہیں؟ 1988ء سے انہوں نے ہمارے ساری امداد بند کی ہوئی ہے۔ محترمہ کے دورے کے بعد آپ کو جو ایف 16 کے پرزے پریسلر ترمیم سے پہلے وہاں بھجوانے ہونے تھے وہ بھی انہوں نے بھجوا دیئے بغیر کسی repair کے کہ آپ جائیں اور آپ کے پرزے جائیں۔ پرسوں ٹی وی پر آیا ہے کہ کلنٹن نے کہا ہے کہ پریسلر ترمیم میں اگر کوئی مزید ترمیم آئی جس میں پاکستان کو ایف 16 یا ان کی فوجی مدد کی جائے تو میں اس کو ویٹو کروں گا۔ یہاں تو یہ ڈھول بجتا رہا محترمہ کے دورے کا اور ٹی وی کو بھی، ریڈیو کو بھی، پریس کو بھی ایک تماشا بنایا گیا اور قوم کو جھوٹی باتیں سنا کر اور غلط قسم کی تصویریں دکھا کر اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ اس کا نتیجہ یہی نکلا کہ کلنٹن آج بھی کہہ رہا ہے کہ ہم پاکستان کو کسی صورت میں اسلحہ دینے کی یا جس کی آپ نے ادائیگی کی وہ دینے کو تیار نہیں ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں آپ کی خارجہ پالیسی بالکل نیست و نابود ہو گئی ہے۔ وہ ممالک جو آپ کے دوست تھے، وہ ممالک جن کے ساتھ آپ 14 سال اپنا خون بہاتے رہے ہیں وہ بھی آپ سے دور چلے گئے ہیں۔ افغانستان جیسا ملک جن کے ساتھ 14 سال اس جنگ میں آپ شریک رہے ہیں۔ اور آپ نے وہاں سے روس کو باہر نکالا۔ آپ نے اپنے نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے امریکہ کی تائید کرتے ہوئے رشین جیسی یونین کو collapse کرنے میں آپ اور افغانی کامیاب ہو گئے۔ لیکن آج پھر روس اور دوسرے اپنی پینگیں بڑھا رہے ہیں اور آپ کی پالیسی کمزور ہو گئی ہے اور طالبان کا مزید شوشہ چھوڑنے سے افغان حکومت آپ سے بہت دور چلی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی خارجہ پالیسی فیل ہونے کا واضح

ثبوت ہے۔

اس کے علاوہ کشمیر ایشو پر تین دفعہ آپ جنیوا میں، UNO میں ریزولیوشن پیش کرتے کرتے رہ جاتے ہیں۔ اس لئے کہ چین اور ایران جیسے معتمد دوست بھی آپ سے دور چلے گئے ہیں۔ چین اور ایران جیسے معتمد دوستوں نے بھی کشمیر ایشو پر آپ کا ساتھ دینا چھوڑ دیا ہے اور so much so کہ ابھی چار دن پہلے آسٹریلیا کے وزیر خارجہ آپ کی سرزمین پر اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر UNO کے ریزولیوشن کو ایک سائیڈ پر رکھ کر کہتا ہے کہ وہ ریزولیوشن پرانی ہو گئی ہے۔ جبکہ UNO کا موجودہ سربراہ اب بھی یہ کہتا ہے کہ وہ ریزولیوشن ابھی ہے۔ تو یہ خارجہ پالیسی کے فیل ہونے کے واضح ثبوت ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ پالیسی جو ہمیں ملی تھی اس کا انہوں نے خانہ خراب کر دیا ہے۔ ہم International community میں بالکل تنہا رہ گئے ہیں۔ کسی بھی پلیٹ فارم پر ہماری کوئی support نہیں رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدر صاحب کو ان سب باتوں کی طرف حکومت کی توجہ دلانی چاہیئے تھی۔ اور جہاں جہاں پر تبدیلیوں کی ضرورت تھی وہ تبدیلیاں ہونی چاہیئیں تھیں۔ بجا طور پر یہ کہا گیا ہے کہ ہمارا جو فارن آفس ہے وہ ایک امریکن ایجنسی کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اس لئے کہ آپ international forum پر بالکل تنہا رہ گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا معذرت خواہانہ رویہ نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمیں ایک پاکستانی کی حیثیت سے باوقار طریقے سے رہنا چاہیئے۔ اگر ہم 6 سال امریکی امداد، یورپین امداد کے بغیر رہ سکتے ہیں۔ اس کے باوجود اس ملک میں اتنی کرپشن ہو گئی ہے کہ میں ڈرتا ہوں ایک دن وہ آئے گا کہ آپ اگر کسی سے کہیں گے کہ جناب السلام علیکم وہ آپ سے کہے گا کہ پہلے مجھے پیسے دے دیں تب میں وعلیکم السلام کہوں گا۔ کرپشن کی یہاں انتہا ہو گئی ہے اور ہم نے اس سے اپنی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ آپ کی حکومت اس طرف کوئی توجہ نہیں دے رہی ہے۔ آپ کی بیوروکریسی بے لگام ہوتی جا رہی ہے۔ تمام جو non-development expenditure ہے آپ کا وہ حساب سے باہر ہو گیا ہے۔ ابھی مجھ سے پہلے ایک معزز رکن نے آپ کے سامنے ایک تجزیہ پیش کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو دس ارب روپے بھی ترقی کے لئے نہیں رہے ہیں۔ اس سیکٹر میں پچھلے بیس سال سے ہم سن رہے ہیں کہ جی اتنے MOUs دستخط ہو گئے ہیں۔ سات بلین کا یہاں ہو گیا ہے، آٹھ بلین کا وہاں ہو گیا، تین بلین کا وہاں ہو گیا ہے۔ یہ ہم پچھلے بیس مہینوں سے سنتے آ رہے ہیں یہ کب سچ ہو گا؟ ابھی پتا چلا ہے کہ پریسلر ترمیم اس کی راہ میں

بھی حائل ہے۔ امریکن کہہ رہے ہیں کہ یہ غلط deal ہوئی ہیں۔ تو پھر آخر بیس مہینوں میں ہوا کیا ہے؟ کون سے facts materialise ہو گئے ہیں؟ کون سے MOUs پروٹوکول کی شکل اختیار کر چکے ہیں؟ کچھ بھی نہیں ہوا۔ آپ نے بیس مہینوں میں ملک و قوم کو کچھ نہیں دیا۔ پھر آپ سروسز کا معاملہ دیکھیں۔ آپ نے ترقیاتی پراجیکٹس کو دیکھ لیا' آپ نے سوشل ایکشن پروگرام کو دیکھ لیا۔ بار بار اس فلور پر آپ کے ذریعے ہم ان سے کہہ چکے ہیں کہ خدارا یہ 12 کروڑ عوام کا ملک ہے۔ یہ کسی مخصوص پارٹی کا ملک نہیں ہے' نہ مسلم لیگیوں کا ملک ہے نہ یہ پیپلز پارٹی والوں کا ملک ہے بلکہ 12 کروڑ عوام کا ملک ہے جس میں چھوٹی موٹی ساٹھ باسٹھ سیاسی پارٹیاں ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی پارٹی میں بھی نہیں ہیں۔

اس ملک میں ایک سسٹم تھا' مقابلے کا ایک طریقہ تھا' Executing agencies کے ذریعے آپ کام کراتے تھے۔ اب انہوں نے سوشل ایکشن پروگرام کے تحت سارے development funds کے ذریعے back doors سے پہنچا دیئے ہیں' انہوں نے اس بندے کو اس میں شامل کر دیا ہے جو نہ elected ہے نہ کچھ اور ہے۔ جو لوگ ان کے سلیکٹ نہیں ہوئے' جو لوگ ان کے elect نہیں ہوئے' جو لوگ ان کے سروسز میں نہیں آ سکے' جو نیشنل' صوبائی حکومت یا سینٹ میں نہیں آ سکے ان لوگوں کی مختلف طریقوں سے adjustment میں لگے ہوئے ہیں۔ جی اس کو یہاں ڈائریکٹر بنا دیں' اس کو وہاں ایڈوائزر بنا دو' اس کو فلانی چیز بنا دو ' یہ ملک کو انہوں نے ایک لائن میں channelize کرنے کی کوشش شروع کی ہوئی ہے۔ پورے خزانے کو' وسائل کو ایک طرف لے جا رہے ہیں۔ یہ ایک single party system یہاں پر introduce کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ بھٹو صاحب مرحوم کے زمانے سے ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوا ہے اس کی وجہ سے ملک کو بار بار خطرات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ حالات بدل گئے ہیں' دنیا بدل گئی ہے' وہ سارے سسٹم collapse ہو گئے ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ آج بھی ہم اس فلور پر ان سے دردمندانہ گزارش کرتے ہیں' درخواست کرتے ہیں کہ اپنی روش بدل لیں۔ اس ملک کے وسائل پر 12 کروڑ عوام کا پورا حق ہے' سروسز میں آپ پورا مقابلہ کرائیں' اہلیت کے مطابق کرائیں' judiciary میں induction ہو اس کے لئے ایک صحیح طریقہ کار ہونا چاہیئے۔ ترقیاتی سکیم ہو یا سوشل پروگرامز ہوں اس کے لئے کوئی صحیح طریقہ کار ہونا چاہیئے' اس کی صحیح تقسیم ہونی چاہیئے۔ ورنہ آج فلور پر میں ان کو warn کرتا ہوں کہ یہ رویہ انہوں نے نہ بدلا تو ان کے دن گنے جا چکے ہیں اور یہ گورنمنٹ زیادہ

چلنے والی نہیں ہے۔ یہ ملک کو تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں' ملک میں انارکی ہو رہی ہے۔ اس وقت آپ اپنی خارجہ پالیسی میں کوئی مداخلت نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کی خارجہ پالیسی میں بیرونی مداخلت اتنی ہو گئی ہے کہ آپ کی ایک مفلوج سی حیثیت رہ گئی ہے۔ ایک paralysed سسٹم آپ کے ہاں چل رہا ہے اور ہم دوسروں کے رحم و کرم پر ہیں۔ آج بھی ہم امریکہ اور دوسروں کو خوش کرنے میں اور ان کے ڈھول بجانے اور ان کے گن گانے میں لگے ہوئے ہیں کہ جی یہ ہو رہا ہے اور وہ ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک خوداعتمادی نہیں ہو گی' خدا اور رسول پر اعتماد نہیں ہو گا' ایمان مضبوط نہیں ہو گا' اپنے اوپر اعتماد نہیں ہوگا تو کوئی دوسرا اس دلدل سے ہمیں نہیں نکال سکتا ہے۔ ہمیں اس ملک میں رہتے ہوئے consensus سے چلنا چاہیئے۔ جب سے یہ آئے ہیں National Finance Commission کی کوئی میٹنگ نہیں ہے۔ صوبوں کو کسی بات پر بھی انہوں نے اعتماد میں نہیں لیا ہے۔ Council of Common Interests کی کوئی میٹنگ نہیں ہوئی ہے۔ صوبوں کو بھی اس پر انہوں نے اعتماد میں نہیں لیا ہوا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ کس قسم کی فیڈریشن ہے۔ ہم یہاں بیٹھ کر کس قسم کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ کسی معاملے پر بھی انہوں نے consensus نہیں لی ہے one sided ہو رہا ہے جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ یہ ملک اور قوم اس کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرے گی ۔ یہ انارکی کا سسٹم ہے خدانخواستہ اس کی وجہ سے ہم کسی دوسرے خطرے سے دوچار نہ ہو جائیں۔ ملک کے اندر لاء اینڈ آرڈر کی یہی وجہ ہے consensus نہ کرنے سے' لوگوں کو اعتماد میں نہ لینے سے' آپ کراچی کے حالات دیکھ رہے ہیں' سندھ کے حالات آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں نہیں کہتا ہوں کہ وہاں سندھی خوشحال ہو گیا ہے تو مہاجر تباہ ہو گیا ہے بلکہ سندھ کے اندر جتنے بھی لوگ ہیں سندھی ہوں' مہاجر ہوں' پٹھان ہوں' بلوچ ہوں' بروہی ہو' پنجابی ہو' کوئی بھی ہو اس کی زندگی وہاں محفوظ نہیں ہے۔

کراچی شہر ایسا تھا کہ ملک میں وہاں روزی کے ذرائع تھے' کاروبار کے ذرائع تھے۔ ملک کے تمام صوبوں سے لوگ وہاں جا کر روزگار کمانے کی کوشش کرتے تھے اور وہاں settle تھے۔ لیکن انہوں نے وہاں حالات اس طرح بگاڑ دیئے ہیں کہ مسئلہ تو وہاں پر rights کا ہے اس کو بیٹھ کر حل کیا جائے۔ لیکن اس کی طرف صحیح طور سے' ایماندارانہ طریقے سے توجہ دینی چاہیئے۔ بدقسمتی سے کہ ہم نے ہر چیز کو یہ سمجھا ہے کہ ہم عقل کل ہیں' جو ہم نے آرڈر ایشو کر دیئے ہیں' جو پرائم منسٹر سیکرٹریٹ سے یا کسی منسٹر نے جو آرڈر ایشو کر دیئے ہیں ۔وہ سب کچھ ہو گا ۔ویسے نہیں

ہو رہا ہے ۔ آج کراچی کی حالت تباہی کے کنارے ہے کراچی کی وہ حالت ہے کہ ہم دنیا کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے ہیں آج کراچی میں کسی بھی آدمی کی عزت محفوظ نہیں ہے چاہے وہ اردو بولنے والا ہو چاہے وہ سندھی ہو چاہے وہ پنجابی ہو بلوچ ہو پٹھان ہو کوئی بھی پاکستانی وہاں رہتا ہے اس کی عزت محفوظ نہیں ہے اس کا مال محفوظ نہیں ہے اس کی زندگی محفوظ نہیں ہے تو اس سے زیادہ بد حالی گورنمنٹ کی اور کیا ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ سے یعنی کراچی کی وجہ سے آپ کا کشمیر کاز فیل ہو رہا ہے ۔ کشمیر کا مسئلہ ختم defuse ہو رہا ہے اس لئے کہ وہ ایک انٹرنیشنل ایشو ہے ساری دنیا میں مانا ہوا ایشو ہے کہ کشمیریوں کو یونائیٹڈ نیشن کے ریزولوشن کے مطابق plebiscite ملنی چاہئیے ان کو حق خود ارادیت کا حق ملنا چاہئیے وہ یہ فیصلہ کریں کہ ہم ہندوستانی ہیں یا پاکستانی ہیں لیکن کراچی کے اندرونی حالات میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بیرونی ہاتھ ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن خارجی ہاتھ اندرونی کمزوری کی وجہ سے ہے تو میری ان سے گزارش ہے کہ consensus develop کیا جائے تمام پارٹیوں کو اعتماد میں لیا جائے خود کو عقل کل نہ سمجھا جائے اس میں یہ بات نہ ہو کہ جو یہ کر رہے ہیں وہ صحیح ہے ابھی پرسوں ہی کشمیر ایشو پر بات ہو رہی تھی ہم سے بات ہوئی باقی پارٹیوں سے بات ہوئی سب سے بات ہوئی سب نے کہا جی کہ کشمیر ایشو پر اس پر کوئی شک نہیں کہ پوری قوم کا ایک ہی consensus ہے ہماری پوری قوم اس پر متفق ہے کہ کشمیر کو خود ارادیت کا حق ملنا چاہئیے لیکن یہ ایشو ایسا ہے کہ اس پر مل کر کام کرنا چاہئیے ۔ جب بھی کوئی قومی مسئلہ آتا ہے تو یہ کوئی نہ کوئی چارج اپوزیشن پر لگا دیتے ہیں کبھی کسی کو اندر کر دیتے ہیں کبھی کسی کے خلاف چارجز بنا لیتے ہیں کبھی کچھ بنا لیتے ہیں میں سمجھتا ہوں جناب والا! میں گزارش کروں کہ معین قریشی کے زمانے میں defaulters کی ایک لسٹ شائع ہوئی تھی اور اس میں اسی ارب سے زیادہ لوگ پیسے کھا گئے تھے اور اگر اس پر عمل ہونا ہے تو پھر پوری لسٹ کے مطابق چلیں اور ان سب کو اندر کریں زاہد ہوں بکر ہوں میں ہوں آپ ہوں کوئی بھی اس میں ملوث ہو تو پھر اس میں accountability ہونی چاہئیے اور اگر آپ accountability اپنے سیاسی مقاصد کو پورا کرنے کے لئے کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ قومی مفاد کو serve نہیں کر رہے ہیں آپ ذاتی مفاد کو serve کر رہے ہیں جس میں آپ کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں آپ ذاتی مفاد کی وجہ سے قومی ایشو کو داؤ پر لگا رہے ہیں پوری قوم کو ایک آگ کی طرف جھونک رہے ہیں پوری قوم کو

ایک مصیبت کی طرف لے جارہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ پورے خطے کے لئے خطرہ ہے پورے اسلام کے لئے خطرہ ہے ان کو اپنی روش پر نظر ثانی کرنی چاہئیے ۔اور اگر accountability ہونی چاہئیے تو وہ پہلے گھر سے شروع کریں پہلے اپنے سے شروع کریں۔ میں اس وقت زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ہوں چونکہ وقت کم ہے وزراء صاحبان نے بھی کہا ہے اور یہاں ساتھی بھی بیٹھے ہیں اس طرح تفصیل میں بات زیادہ لمبی ہو جائے گی کون سا پاکستانی یہ نہیں سمجھتا ہے کہ اس وقت جو یہ کر رہے ہیں وہ اپنی انا کو مطمئن کرنے کے لئے کر رہے ہیں وہ جمہوریت کے پھلنے پھولنے کے لئے نہیں کر رہے ہیں اس قوم کو آگے لے جانے کے لئے نہیں کر رہے ہیں بلکہ ذاتی مقاصد پورے کرنے کے لئے کر رہے ہیں جو ممکن نہیں ہیں accoutability ضرور ہو نی چاہئیے تاج کمپنی کا جو فراڈ ہے اس کو سامنے بار بار لاتے ہیں اور اس پر ایکشن لینے سے گھبراتے ہیں اس لئے کہ بہت سے معزز اراکین اس ہاؤس کے اندر موجود ہیں جو تاج کمپنی میں پیسے کھا بیٹھے ہیں ۔ جو اس طرف کے بنچوں پر بیٹھے ہیں ان کی accoutability نہیں ہو رہی اور جب قومی مسئلے کی جب بات آتی ہے تو وہاں پر یہ ایک ایسی بات کھڑی کر دیتے ہیں تاکہ نیشنل consensus نہ ہو اور نیشنل ایشو پر اتفاق نہ ہو میں سمجھتا ہوں کے اس طرح کر کے یہ موجودہ حکومت ہند وستان کی خدمت کر رہی ہے اور ہندوستان کی خدمت کر رہی ہے اسلئے کہ ہندوستان جیسے بڑے دشمن کے مقابلے میں اگر ہم متحد نہ ہوں اگر ہم ایک پلیٹ فارم پر نہ ہوں ذاتی اختلافات کے باوجود تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنا دفاع موثر طریقہ سے کر سکیں اس لئے میری گزارش ہے کہ ان کو سوچنا چاہئیے کہ جب بھی کوئی قومی مسئلہ ہو ۔۔۔

آپ نے دیکھا جناب کے جب بھی یہ برسراقتدار آتے ہیں تو لسانی اور مذہبی نفرتیں پھوٹ پڑتی ہیں جب بھی ہماری حکومت ہوتی ہے اس قسم کا کوئی شوشہ نہیں ہوتا لیکن جب بھی پیپلز پارٹی کی حکومت آتی ہے تو لسانی اور مذہبی نفرتیں پھوٹ پڑی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی یہ جان بوجھ کر کرواتے ہیں تاکہ ملک کے اندر افراتفری رہے ان کی طرف لوگوں کی توجہ نہ جائے ان کی صحیح accountability نہ ہو ان کے جو اقدامات ہیں ان پر صحیح معنو ں میں تنقید نہ ہو سکے عوام ان کی راہ روی سے بے خبر رہیں اور آپس میں دست و گریبان رہیں یہ جان بوجھ کر کرایا جاتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے اقدامات سے گریز کرنا چاہئیے اور یہ حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے اور اس وقت تین صوبوں میں ان کی حکومت ہے چوتھے صوبے میں اگر ایک coalition حکومت ہے

بلوچستان میں باقی صوبوں میں تو ان کی حکومت ہے اور سب سے زیادہ افرا تفری اور ڈاکہ زنی قتل و غارت ان ہی کے ان صوبوں میں ہو رہا ہے

جناب مسعود کوثر ۔میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آپ کہاں جارہے ہیں

سید محمد فضل آغا ۔ میں کہاں جا رہا ہوں ۔

جناب چیئرمین ۔please,please بس اب ختم ہونے والی ہے اس طرح زیادہ لمبی ہو جاتی ہے۔

سید محمد فضل آغا، تو پھر میری گزارش یہ ہے کہ جناب اس فلور پر ہم سب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم پاکستانی ہیں تو پھر پاکستانیت کو اپنانا چاہئیے ۔ ہم کو اپنا لباس زیب تن کرنا چاہئیے ۔ اس طرح جو پاکستان کے لوگوں کی خواہشات ہیں ان کے مطابق اس قوم کو ان لائنز پر چلانا چاہئیے نہ کہ اپنے ذاتی عزائم پورے کرنے کے لئے گزارش یہ ہے کہ صدر صاحب کو چاہئیے تھا کہ صدر صاحب ان سب کی طرف حکومت کی توجہ دلاتے لیکن صدر صاحب کو تو ایک قصیدہ دیا گیا ۔اگرچہ قصیدہ خواں تو قصیدہ خود لکھتا ہے اور خود پڑھتا ہے ۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے قصیدہ خواں سے لکھا ہوا قصیدہ پڑھوایا گیا ۔ صدر صاحب کے خطاب کے پانچ ماہ گزرنے کے بعد جو وعدے قصیدے میں صدر صاحب نے بیان کئے تھے ان میں سے ایک بھی پورا نہیں ہوا ۔ شرم کی بات ہے ہمارے لئے بھی ، قوم کے لئے بھی ، صدر صاحب کے لئے بھی کہ جو انہوں نے کہا۔ اس حکومت کے لئے بھی جو انہوں نے صدر صاحب سے کہلوایا ۔ اس کے بارے میں ایک بھی مثبت قدم نہیں اٹھایا گیا ۔ کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ، صدر صاحب اور اس کی تقریر سے جو مذاق آڑایا گیا تھا وہ طارق صاحب نے بجا طور پر اور بہت خوب صورت انداز میں کہہ دیا ہے کہ" اس طرح کا پہلے کبھی ہمیں تقاریر کا مجموعہ نہیں ملا تھا" ۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود صدر کو اور صدر کی تقریر کو موجودہ حکومت کتنی اہمیت دیتی ہے کیونکہ جس طرح سے صدر صاحب کی تقریر کو compile کیا گیا تھا کم از کم دس سال سے ہم اور آپ اس فلور پر ہیں اور کئی تقاریر ہم نے سنی ہیں ۔ دیکھیں اس طرح کا مذاق صدر صاحب کی تقریر کا کبھی نہیں اڑایا گیا تھا صدر کی اہمیت جو ان کے دلوں میں ہے اس سے صاف ظاہر ہے صدر صاحب کی تقریر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ صدر صاحب کی یہ کتنی مانتے ہیں ، کتنی عزت کرتے ہیں ۔

تھوڑا سا بلوچستان کے حوالے سے بھی بات کروں گا ۔ صوبے کی نمائندگی کا حق پورا

نہیں ہو گا جب تک میں بات نہیں کروں گا ۔ مجھے یاد ہے کہ ایک Function میں جب حکومت شاید غیر جانبدار تھی ۔ محترمہ کی اور میری ملاقات ہوئی تو محترمہ نے کہا کہ بلوچستان اور سندھ بہت پسماندہ ہے اور فرنٹیئر اور پنجاب بہت آگے چلے گئے ہیں اور ہمیں مل کر کام کرنا چاہئیے ۔ میں نے کہا کہ جناب محترمہ آپ نیشنل لیول کی لیڈر ہیں تو آپ کو یہ بات زیب نہیں دیتی اس لئے کہ آپ نیشنل لیول کی بات کریں ۔ ہم جو باقی لوگ ہیں ایم این اے اور سینیٹرز ہیں شور مچاتے رہتے ہیں ۔ یہ درست ہے تو آج وہ بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آج محترمہ کو برسراقتدار آئے ہوئے بیس ماہ ہو گئے ہیں اور بلوچستان کے حوالے سے میں عرض کر وں کہ جو صوبائی حکومت کے ہیں وہ تو آپ رہنے دیں ۔ جو فیڈرل حکومت کے ذمے ہیں ان میں سے ایک بھی کام نہیں ہوا ۔ ہماری حکومت میں آپ نے گوادر پر deep sea پورٹ کے لئے ٹینڈر فائنل کئے تھے ۔ ان کی حکومت نے آتے ہی اس کو سرد خانے میں ڈال دیا کہ feasibility ٹھیک نہیں ہے ۔ یہ مناسب نہیں ہے اس کے برعکس اب انہوں نے ٹھٹھہ کے قریب ٹینڈر کر لئے ہیں ۔ ایک agreement کر لیا ہے ۔ ہمارا غریب ملک ایک وقت میں دو اتنے بڑے پروجیکٹ بنانے کے قابل نہیں ہے ۔ جب انہوں نے ٹھٹھہ کے قریب دوسراپورٹ شروع کر دیا اور گوادر پورٹ کو انہوں نے ڈبو دیا ہے کیونکہ گوادر وہ واحد پورٹ تھا جس سے آپ پورے سنٹرل ایشاء کو فیڈ کر سکتے تھے اور strategic point of view سے بھی بہت اہم تھا کیونکہ انڈین plans اگر one side سیلنگ کرے تو گوادر تک جا کر bombing کر کے واپس نہیں جا سکتے ۔ آرمی کی بھی یہی رائے تھی کہ اس کا way بھی زیادہ ہے ۔ وہ انڈین reach سے بھی زیادہ ہے ۔ وہ ویسے بہت اہم ہے اور معاشی طور پر بھی بہت زیادہ ہے بلوچستان کی ترقی کے لئے بھی بہت ضروری ہے ۔ موٹر وے کا پروگرام تھا گوادر سے لے کر خضدار اور شہداد کوٹ تک ۔ وہ بھی سرد خانے میں چلا گیا paralel to the sea گوادر ماڑا اور کراچی کا سٹرک تھا ۔ اس کا بھی کچھ نہیں بنا ۔ ہمارے ہاں نیشنل ہائی وے کے 42 فی صد length ہیں ۔ اس میں صرف آٹھ فی صد کے فنڈ کی location ابھی انہوں نے کی ہے ۔ آپ ذرا بتائیں جی کہ 42 فی صد کی length آٹھ فی صد amount سے کس طرح پوری کر سکتے ہیں تو ہر فیلڈ میں ۔ سروسز کوٹے میں جناب آج آپ فلور پر دیکھتے ہیں کہ ہم جب بھی جستجو کرتے ہیں ۔ جو پیسے بھی آتے ہیں ۔ اس کے بعد جتنے بھی areas ہیں ۔ فنڈز آتے ہیں ۔ اس کے بعد جتنے بھی areas ہیں ۔ جو بھی وہاں ہیں ۔

(اس دوران کرسی صدارت پر جناب حافظ حسین احمد صاحب تشریف لائے)

سید محمد فضل آغا۔ ہم حافظ حسین احمد صاحب کو خوش آمدید کہتے ہوئے اور ان کو بھی یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ابھی تک ان سے بھی جو وعدے کئے تھے ۔ وہ کوئی بھی پورا نہیں ہوسکا اور کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تو میں بات کر رہا تھا حافظ صاحب بلوچستان کے حوالے سے یہ تو خود اچھا ہے کہ آپ چیئر پر ہیں ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ چیئرمین صاحب بھی ۔

سید محمد فضل آغا ۔ جناب چیئرمین صاحب ! آپ بےشک ان الفاظ کو حذف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں ۔ حافظ صاحب کے الفاظ پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ جناب چیئرمین صاحب! اس خطے سے آپ کا بھی تعلق ہے ۔ آپ خود بھی جانتے ہیں کہ بلوچستان کے حوالے سے تعلیم ہو ، ڈویلپمنٹ ہو ، ابھی ہمارے محترم این ڈی خان صاحب نے کل ہی اپنے ترجمان کے حوالے سے بات کی ہے ۔ بدقسمتی سے ان کو ترجمان ہی ایسا ملا ہے کہ کبھی اس ترجمان نے سچ نہیں بولا ۔ ابھی صبح جو بات ہوئی تھی کہ پاکستان میں لوڈشیڈنگ نہیں ہوگی لیکن بلوچستان میں جو بجلی کی حالت ہے وہ آپ کے سامنے ہے ۔ بلوچستان میں جو سڑکوں کی حالت ہے ، بلوچستان میں جو تعلیم کی حالت ہے ، جو صحت کی حالت ہے وہ آپ کے سامنے ہے ۔ جو بھی مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہے وہ آپ کے سامنے ہے اور موجودہ آپ نے دیکھا کہ گیس کی رائیلٹی سندھ میں 25 روپے فی کیوبک ہے جبکہ بلوچستان میں 8 روپے فی کیوبک دے رہے تھے ۔ وہ priority پہلے ہی رکھی گئی تھی ۔ ہمیں 1/3 کا جو ریونیو تھا وہ آ رہا تھا اب انہوں نے 93 ، 94 اور 95 میں سروس چارجز وغیرہ لگا کر اڑہائی ارب روپے بلوچستان کی رائیلٹی میں اضافہ کردیا تو بتائیے آپ کے پاس کیا رہا ۔ واپڈا پر بحث کرتے ہیں بجلی کی جو حالت ہے وہ آپ کے سامنے ہے ۔ جتنے بھی بارانی علاقے ہیں ۔ سمال ڈیم ، میجر ڈیم ، میرانی ڈیم ، بولان ڈیم کسی پراجیکٹ پر عمل درآمد نہیں کیا گیا ہے ۔ تو ہماری ترقی کیسے ہوگی ۔ سنٹرل ایشین کی طرف لنک روڈ یا ریلوے لنک وہ زبانی خرچ ہیں ۔ جب تک ہم سنٹرل ایشین سے لنک نہیں ہوتے وہاں تجارت نہیں ہو سکتی ۔ گوادر کو ترقی نہیں ملے گی ۔ تو آپ اس طرح بلوچستان کو آگے نہیں لے جا سکتے ۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک فیڈریشن یونٹ ہے اور مرکزی حکمران جوکہ دعویٰ بھی کرتے ہیں

کہ ہم عوامی نمائندگی کرتے ہیں ۔ ہم وہ لوگ ہیں جو جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں تو یہ ساری گزارشات جو میں نے پیش کی ہیں یہ سب گزارشات جمہوریت کی نفی کرتی ہے ۔ انہوں نے جمہوریت کی نفی کی ہے ۔ اس میں صوبوں کی حقوق کا خیال نہیں رکھا گیا ہے اور ان حالات میں فیڈریشن کو متحد رکھنا اور سب لوگوں کو ساتھ لے کر چلنا ناممکن ہے بلکہ یہاں یہ حالات اس حد تک لے جا رہے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد دوسری بھی کوئی حکومت آئے گی تو ان کے لئے یہ اتنی دشواریاں پیدا کر چکے ہوں گے کہ پھر ان کو بھی سنبھالا دینا کسی اور سیاسی حکومت کے لئے بھی بہت مشکل ہوگا اور ان کی دسترس سے باہر ہوگا ۔ میری گزارش اس لئے ہے کہ موجودہ ہمارے جو وزراء صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں ہم ذاتی حیثیت میں سب کی قدر کرتے ہیں لیکن جب فلور پر آتے ہیں اور ملک کے حوالے سے اور عوام کے حوالے بات کرتے ہیں کہ جب پانی ناک تک آ جائے تو بچہ پاؤں کے نیچے چلا جاتا ہے پھر اپنے ڈوبنے کا خطرہ ہوتا ہے ۔ جب عوام کی بات ہوتی ہے ' جب سیاسی بات ہوتی ہے ' جب ملک کے حوالے سے بات ہوتی ہے تو پھر دوستی اپنی جگہ پر ہے یہاں فلور پر حقائق کا اظہار کرنا یہ ہماری اخلاقی ' مذہبی اور پارلیمانی ذمہ داری ہے کہ ہم پوری طرح سے اپنی رائے دیں اور جو عوام اور ملک کی بہتری میں ہو وہ رائے ہم دیں۔

مجھے افسوس یہ ہے کہ جو صرف اور صرف ووٹ کے لئے یہاں تشریف لاتے ہیں وہ بھی مجھے بار بار کہہ رہے ہیں کہ آپ بس کریں ' بس کریں ۔ حاجی صاحب آپ کے حقوق تو محفوظ ہیں۔ آپ تو جو بھی حکومت ہو ان کے ساتھ ہیں ۔ یہ ہمارا اور ان کا جمہوری مسئلہ ہے ۔ آپ تو سرحدی محافظ ہیں ۔ مجھے رضا ربانی صاحب اور این ڈی خان صاحب کا بہت خیال ہے ۔ سارے میرے محترم ہیں ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی مسعود کوثر صاحب ' پوائنٹ آف آرڈر ہے ؟

جناب مسعود کوثر : جی ہاں پوائنٹ آف آرڈر ہے ۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا جناب والا! کہ اس معزز ایوان کے جتنے بھی اراکین ہیں چاہے ان کا تعلق اس طرف سے ہے یا اس طرف سے ہے ۔ ہم تمام کو قابل احترام سمجھتے ہیں ۔ ہمارے معزز مقرر نے بعض ہمارے ممبران کے متعلق اس قسم کے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ نہ تو ان کے شان کے مطابق ہیں اور نہ جن کے متعلق کہا گیا ہے ۔ تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ پہلے تو یہ الفاظ

استعمال نہیں کرنے چاہیئے اور اگر کئے جا چکے ہیں تو ان کو حذف کر دیئے جائیں ۔ آئندہ کے لئے ذرا محتاط رہیں کہ کسی کی دل آزاری نہ کریں کیونکہ تمام ممبران جو ہیں وہ اتنے ہی قابل احترام ہیں جتنے وہ خود ہیں ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، نہیں جی وہ خود ڈپٹی چیئرمین رہ چکے ہیں وہ خود اپنے الفاظ واپس لے لیں گے ۔

سید محمد فضل آغا، جناب حافظ صاحب مسعود کوثر صاحب کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اس ہاؤس میں کوئی غلط فہمی ممبران کے درمیان پیدا کی جائے ۔ اب بھی ہنس رہے ہیں اس سے پہلے بھی ہنس کر بات کی ہے ۔ اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے ۔ ان کا یہ ایک روش ہے کہ سب کو آپس میں لڑانے کا ان کی خواہش ہے ۔ صدر صاحب سے میری گزارش یہ ہے کہ چونکہ آج آخری دن ہے اور یہ wind up کریں گے اورشکریہ کے ووٹ بھی رضا صاحب لائیں گے ۔ تو میری گزارش ہے کہ ان کا شکریہ کے ساتھ چند ایک باتوں کی طرف توجہ دلائی جانے حکومت کی بھی اور صدر صاحب کی بھی کہ ملک میں اس وقت جو انارکی ہے ۔جو کراچی کی حالت ہے ۔اس کی طرف توجہ دلائی جائے ۔ اسے اس resolution میں شامل کیا جائے اور اس وقت غیر خارجی ہاتھ ملک میں بہت حد تک اثر انداز ہیں ۔ اس کا ذکر کیا جائے ۔ مہنگائی کمر توڑ حد تک پہنچ چکی ہے ۔ نااہلی اور رشوت ستانی وہ اس ملک کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہے ۔ دیمک کی طرح کھا رہی ہے ۔ ان حالات میں صدر صاحب کا خطاب میں سمجھتا ہوں نامکمل ہے ۔ اور صدر صاحب کو اس طرف حکومت کی توجہ دلانا چاہیئے تھی ۔ اور اگر اپنی تقریر میں نہیں دلا سکے ہیں ۔ تو اب جا کے حکومت کو ' Executive کو direction دے سکتے ہیں ۔ اور اب تو اس ملک کے در و دیوار سب یہ گواہی دینے کو تیار ہیں کہ ملک تباہی کی طرف جا رہا ہے ۔ خدارا اس ملک کو تباہی سے بچایا جائے ۔ بہت شکریہ جی!

جناب پریزائیڈنگ آفیسر ۔ شکریہ شکریہ ۔ ظفر صاحب آپ تو بول چکے ہیں غالباً ۔

Mr. Zafar Muhammad: Point of order Sir.

جناب پریزائیڈنگ آفیسر ۔ آپ ان کے بعد سردار یعقوب ناصر صاحب رہتے ہیں اور حافظ فضل محمد صاحب ۔

جناب ظفر محمد ۔ نہیں سر میں point of order پر ہوں ۔

جناب پریزائیڈ نگ آفیسر۔ آپ ان کے بعد کریں point of order-

جناب ظفر محمد۔ Point of order مختصر ہے۔

جناب پریزائیڈ نگ آفیسر۔ کوئی موقع تو آنے اس کا۔

جناب ظفر محمد۔ مختصر سا ہے بالکل مختصر سا ہے

جناب پریزائیڈ نگ آفیسر۔ اچھا اچھا ارشاد ارشاد۔

جناب ظفر محمد۔ شکریہ! جناب ۔ چونکہ آج کی محفل اختتام پر پہنچنے والی ہے اور اسکے بعد ہاؤس نے بھی prorogue ہونا ہے۔ اور جیسے آپ نے فرمایا کہ میں پہلے بول چکا ہوں تو ایک بہت اہمیت کا معاملہ مجھے ملا جس کا تعلق بلوچستان سے ہے ۔ اس میں Chief Minister صاحب بلوچستان نے ایک letter لکھا ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو Prime Minister of Pakistan کو ۔ اس کو انہی کے الفاظ میں میں آپ کے سامنے ہاؤس کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔

جناب پریزائیڈ نگ آفیسر۔ آپ اس کا خلاصہ ہی پڑھ لیں۔

جناب ظفر محمد۔ بالکل خلاصہ ہی ہے ۔ میں اس کے صرف relevant portions پیش کر رہا ہوں ۔

which is based on the budgetary estimates received from the Federal Government for the fiscal year 95-96. The Government of Balochistan shall be receiving a reduced amount on account of development surcharge on gas as follows:

1994-95	4,595.692 million
Reduction	95-96 1,934
Total reduction:	2,661.476 million

جناب پریزائیڈ نگ آفیسر۔ ظفر صاحب یہ غالباً تمام ساتھی-----

جناب ظفر محمد ۔ جناب! یہ دو لائنیں ہیں ' ذرا سن لیجئے۔

جناب پریزائیڈ نگ آفیسر۔ جی فرمائیں ۔

جناب ظفر محمد۔ یہ reduction دکھانے کے بعد Chief Minister صاحب نے لکھا ہے

کہ جناب In order to avert such a situation I have held meetings with the Finance

Division. انہوں نے یہ سب کچھ کی ہیں۔ اور اس کے بعد وہ کہتے ہیں۔I sincerely hope that

the Federal Government will initiate remedial measures to avert the situation

before the Budget 1995-96 is announced.بلوچستان کے وہاں کے FinanceMinister نے

ایک statement دی ہے۔Press statementجس میں انہوں نے فرمایا ہے ۔

جناب پریزائیڈ نگ آفیسر۔ زیادہ ہی لمبا ہوگیا ہے ۔

جناب ظفر محمد ۔ نہیں سر نہیں میں یہ ختم کر رہا ہوں۔

(مداخلت)

جناب ظفر محمد ۔ سر میں یہ ختم کر رہا ہوں۔ سن لیجئےGive me only one minute ۔

جناب پریزائیڈ نگ آفیسر۔ جی۔

جناب ظفر محمد ۔ Sui Gas surcharge میں ۶۰ فیصد کٹوتی ہمارے لئے بجٹ تیار کرنا ممکن نہیں۔ کٹوتی تو ہر سال ہوتی ہے ۔ مگر اس سال زیادہ کٹوتی کے باعث صورت حال سنگین ہو گئی ہے ۔

(مداخلت)

جناب ظفر محمد۔ گزارش ان سے یہ ہے جناب کہ جو یہ بجٹ بنائیں گے ہم تو یہ چاہتے تھے کہ یہ رقم زیادہ ہو۔ اب یہ کٹوتی کی طرف گئے ہیں۔ جو انہوں نے two third کاٹ لی ہے۔

جناب پریزائیڈنگ آفیسر۔ میرے خیال میں انہوں نے سن لی ہے۔ اللہ کرے سمجھ جائیں۔

جناب ظفر محمد۔ اب یہ مہربانی فرمائیں کہ اس رقم کو اگر زیادہ نہیں کر سکتے تو کم سے کم اتنی رہنے دیں جو پچھلے سال دے رہے تھے۔ ویسے تو ہم چاہتے جو ہمارا حق بنتا ہے وہ ہمیں ملنا چاہئیے۔ اگر وہ نہیں دیتے یہ تو کریں۔

جناب پریزائیڈ نگ آفیسر۔ شکریہ ،شکریہ ۔ حافظ فضل محمد صاحب۔

حافظ فضل محمد ۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب! کہ آپ نے ہمیں اس Floor پہ کچھ کہنے کا موقع فراہم کر دیا۔ بات وہی ہے ۔

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

صدر صاحب کی تقریر میں حقیقت یہ ہے کہ میں حیران ہوتا ہوں کہ کہاں سے اس پہ شروع کروں اور جو موضوعات صدر صاحب نے اپنی تقریر میں چھیڑ دیئے ہیں وہ اتنے لمبے ہیں اور اتنے بحث طلب ہیں کہ یہ آدھے گھنٹے اور ایک گھنٹے کا کام نہیں۔ بہرحال میں یہ کوشش کرتا ہوں کہ صدر صاحب کی تقریر کے چیدہ چیدہ موضوعات پر کچھ عرض کروں۔ اصل میں دنیا میں کہیں بھی جہاں بھی --- یہ صاحبان سب مجلس فرما رہے ہیں میرے خیال میں اشتیاق اظہر صاحب---- ہمارے اس ملکی آئین اور دستور کے لحاظ سے صدر صاحب کا منصب اور عہدہ سب سے بڑا اور انتہائی ذمہ دار عہدہ ہوا کرتا ہے۔ صدر صاحب کا کام وعظ ونصیحت، صرف اور صرف یہ نہیں ہے کہ وہ فقط حکومتی ارکان کو، وزراء کو، کابینہ کو یا ملک کے دوسرے پارلیمنٹ کے ارکان کو وعظ ونصیحت فرمائے، یہ صدر صاحب کا منصب اور اس کے عہدے کا تقاضا نہیں ہے۔ بلکہ صدر کے بنیادی فرائض میں سے ، بنیادی ذمہ داری میں سے یہ ہے کہ وہ پورے ملک کے آئینی اداروں کو آئین کے مطابق بزور قوت چلائے۔ یہ صدر صاحب کا بنیادی آئینی، اسلامی ، اخلاقی، سیاسی ہر لحاظ سے یہ فریضہ بنتا ہے۔ لیکن اگر ہم پاکستان میں اپنے تمام آئینی اداروں پر نظر ڈالیں گے تو ہمارے تمام آئینی ادارے مفلوج ہیں۔ پورے ملک میں ایک ایسا ادارہ بھی نہیں ہے کہ ہم اس پہ فخر کرسکیں کہ واقعی یہ ادارہ اپنے فرائض منصبی اور اپنے بنیادی مقاصد اور اپنے بنیادی نتائج دے رہے ہیں، کوئی بھی ادارہ۔ صدر صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی فرمایا بلکہ یہ ہمارے آئین کا حصہ ہے۔ چند الفاظ ہمارے آئین کے انہوں نے اپنی تقریر میں شامل کر دیئے، پاکستان چونکہ ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے اور اس کا بنیادی نظریہ وہ ہے جو اسلام کے بنیادی اصول پہ قائم ہے۔ حکومت وقت کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ وہ تمام وسائل کوایک اسلامی معاشرے کو تشکیل دینے کے لیے صرف کرے۔ لیکن جہاں تک ہم دیکھتے ہیں انتہائی افسوس سے ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ادارے، ہمارے ذرائع ابلاغ اخبارات سے لے کر رسائل سے لے کر ٹی وی، وی سی آر اور ڈش انٹینا تک ہمارے تمام ادارے ہمارے اس اسلامی معاشرے کو تباہ و برباد کرنے کے درپے ہیں۔ ہمارے اس

ملک کے وسائل، ہمارے اسلامی معاشرے کے خلاف استعمال ہو رہے ہیں۔ اس حوالے سے حقیقت ہے کہ میں انتہائی ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ اللہ کو حاضر ناضر جان کے کہتا ہوں کہ یہ ہم سب آخرت میں مسئول ہوں گے اور سب سے بڑا سوال اور سب سے بڑی ذمہ داری جو ہے وہ صدر صاحب پر بنتی ہے کہ انہوں نے اس ملک کو اس گورنمنٹ کو، ان اداروں کو اسلامی معاشرے تشکیل دینے کی بجائے ہمارے تہذیب کو، ہمارے کلچر کو، ہماری ثقافت کو ہمارے اسلامی معاشرے کو تباہ و برباد کر کے مفلوج کر دیا۔ انتہائی تیزی سے، انتہائی تندی سے۔ یورپ کا معاشرہ ہمارے گھروں میں گھسا دیا۔ ہمارے معاشرے میں گھسا دیا۔ ہمارے در و دیوار میں گھسا دیا، ہمارے گلی کوچوں میں گھسا دیا، اس تیزی سے ہم تو حیران ہوتے ہیں کہ ہم نے کتنی جد و جہد کی، ہمارے اکابر نے، ہمارے بڑوں نے، ہمارے بزرگوں نے، ہماری ماؤں نے، ہماری بہنوں نے عصمتیں قربان کر دیں انہوں نے سر کٹوا دیئے انہوں نے قربانی دی ایک اسلامی ملک بنانے کے لئے، ایک اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کے لئے، لیکن آج ہم ان کا کیا حشر کر رہے ہیں۔ آج کس انداز سے اپنے ہی مسلمانوں کے وسائل سے اپنے دیندار لوگوں کے وسائل سے اس معاشرے کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ کیا ہم بحیثیت مسلمان ان تمام علائق کو چھوڑ کر وابستگیوں کو چھوڑ کر، یہ پیپلز پارٹی کے ہیں، یہ مسلم لیگ کے ہیں، یہ فلاں جماعت کے ہیں اس سے بالکل بالاتر ہو کر ایک مسلمان کی حیثیت سے ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے۔ ہم نے اپنی نئی نسل کو کیا واقعی اسلام سے روشناس کرنا ہے۔ میں انتہائی ذمہ داری سے کہتا ہوں ہماری نئی نسل، پاکستانی اور مشرقی نسل نہیں رہے گی وہ مکمل طور پر یوروپین نسل بن جائے گی اور یہی ہماری تباہی کے اسباب ہیں۔ یہ صرف اس حوالے سے نہیں کہ ہم بنیاد پرست ہیں یا ہم ایک دینی سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ باتیں کرتے ہیں۔

تاریخ اقوام عالم اس پر گواہ ہے کہ آپ اندلس کی تاریخ مغرب کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں وہاں آٹھ سو سال تک مسلمانوں کی انتہائی مضبوط حکمرانی تھی لیکن ان کے ہاتھ سے پورے کا پورا مغرب اندلس اور سپین اور قرطبہ کیسے نکلے۔ میں تمام دانشوروں سے صرف ایک بات کی اپیل کرتا ہوں اور یہ جواب مجھے دے دیں کہ وہاں سے اسلام کیسے نکل گیا یہ اندلس، سپین اور قرطبہ جو اس وقت مغرب کے زیر نگیں ہیں مسلمانوں کے ہاتھ سے کیسے نکل گیا۔ ساری دنیا میں یہودیت کی بنیادی سازش اور بنیادی منصوبہ یہ ہے کہ کسی بھی ملک کے لئے جب وہ ارادہ رکھتے

ہیں کہ اس ملک میں ہم نے اپنے اقتصادی چنگل کو مضبوط کرنا ہے اور سیاسی بالادستی حاصل کرنی ہے۔ تو سب سے پہلے وہاں کی نوجوان نسل کو ایسے ضرب کاری لگا دیتے ہیں ۔ اس کا طریقہ کار کیا ہے ۔ طریقہ واردات یہ ہے کہ وہاں فحاشی ، عریانی ، بے حیائی اور بے شرمی اور ننگا پن کو عام کر دیتے ہیں نوجوان نسل اس انتہائی جذباتی مناظر میں اور جذباتی کیفیات میں سب کے سب بہہ جاتے ہیں اور نوجوان نسل جب تباہ و برباد ہو جاتی ہے ۔ کسی بھی قوم کی نوجوان نسل جب اخلاقی کمزوری میں مبتلا ہو جاتی ہے ۔ جب اخلاقی لحاظ سے وہ گر جاتی ہے ۔ وہ قوم اپنے وجود کو اپنی آزادی کو اپنی خود ارادیت کو پھر برقرار نہیں رکھ سکتی ہے۔ میں پوری دنیا کے تاریخ دانوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ایسی قوم مجھے بتا دیں جس کے نوجوان جب اخلاقی لحاظ سے گر گئے تو وہ پھر اپنے آپ کو اپنے وجود کو اپنی آزادی کو اپنی خود ارادیت کو برقرار رکھ سکی ہو ۔

آج پورے مغرب کی نظر پاکستان پر ہے ۔ ان کو پتا ہے کہ پاکستان کے پاس کچھ ہے ان کو پتا ہے کہ پاکستان کے پاس جذبہ ہے ۔ پاکستان کے پاس وہ نسل ہے جو اپنا ملک بچانے کے لئے سب کچھ کر گزرنے کے لئے تیار ہوتی ہے ۔ اپنا دین بچانے کے لئے ، اپنا ننگ و ناموس بچانے کے لئے ، اپنی سرحدات اور اپنی ذات کی حفاظت کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے وہ تیار ہوتی ہے ۔ ان کو پتا ہے اور انہوں نے خاص طور پر پاکستان کو ٹارگٹ بنایا ہے اس طرح فحاشی اور عریانی کو پھیلانے کے لئے ۔ میں خدا کا واسطہ دے کر یہ کہتا ہوں ۔ اس حوالے سے نہیں کہتا ہوں کہ میرا تعلق کسی پارٹی سے ہے ۔ صرف مسلمان ہونے اور پاکستانی ہونے کے حوالے سے کہتا ہوں کہ یہ ہم سب کا فریضہ بنتا ہے کہ ہم اپنی نئی نسل کو بچائیں ۔ آپ کو پتا ہے کہ ہندوستان نے اپنی نئی نسل کو پاکستان دشمنی منتقل کر دی ہے لیکن ہم نے اپنی نئی نسل کو ہندوستان کی دشمنی منتقل نہیں کی ہے ۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے ۔ اگر اس پر ہم سوچیں گے ہماری نئی نسل مکمل طور پر ہندوستان کی تہذیب سے ان کی ثقافت سے ، ان کے کلچر سے متاثر ہے ۔ وہ ہندوستان کی ہر چیز کی دلدادہ ہے لیکن ہندوستان نے اپنی نئی نسل کو پاکستان دشمنی منتقل کرا دی لیکن ہم نے اپنی نئی نسل کو ہندوستان دشمنی منتقل نہیں کرائی ہے۔ یہی ہماری تباہی ہوگی اور یہی ہماری شکست کی بنیاد ہو جائے گی۔ لہذا یہ صرف اور صرف صدر صاحب کا آئینی اور بنیادی فریضہ ہے کہ اس گورنمنٹ کو اس پر کاربند کردے ۔ صرف وعظ و نصیحت سے نہیں بلکہ ان کے پاس آئین کا مضبوط اختیار موجود ہے ۔ یہ وہی آئین ہے کہ

اس آئین کی روح سے ہمارے سامنے چند سالوں میں دو حکومتیں صدر صاحب نے ختم کردی ہیں۔ صدر صاحب کے پاس اختیارات ہیں۔ میں تو گورنمنٹ کو کچھ نہیں کہتا ہوں ۔ میں تو کہتا ہوں کہ جو سب سے اہم اور بنیادی فرض ہے ۔ اگر گھر میں چھوٹے لڑتے ہیں ۔ اس گھر میں جو بڑا ہوتا ہے اس کا یہ فرض ہوتا ہے کہ ان کے درمیان صلح کرائے ۔ ان کو صحیح لائن پہ لگائے۔ ہر ایک کے فرائض متعین کردے ۔ یہ تمہارا فرض ہے اور یہ تمہارا کام ہے۔ تم نے ادا کرنا ہے ۔ اصل میں یہ جو بنیادی فرض ہے یہ صدر صاحب کا بنتا ہے وہ اپنے آپ کو بالکل الگ تھلگ اس انداز سے بالکل پس منظر میں لے جائے کہ یہ تو گورنمنٹ ہے یہ گورنمنٹ کرتی ہے ۔ میں ان کو نصیحت اور تجویز دیتا ہوں ۔ یہ میرے خیال میں خود آئین کی توہین کررہا ہے ۔ یا تو ان کو اپنے اختیارات کا پتا نہیں ہے کہ آئین میں مجھے کیا اختیارات حاصل ہیں ۔ صدر کا یہ بنیادی فرض ہے کہ ملک کو آئین اور قانون کے مطابق چلائے ۔ یہ آئین میں لکھا ہوا ہے ۔

جناب چیئرمین! یہ جو چیزیں میں عرض کر رہا ہوں یہ بھی آئین کے تقاضے ہیں۔ یہ فرض صدر صاحب کا اس لئے بھی بنتا ہے کہ یہ آئین کے تقاضے ہیں۔ ہمارے آئین میں صاف بالکل واشگاف الفاظ میں ' واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ حکومت وقت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ملک میں فحاشی ' عریانی اور سود اور اس قسم کی چیزیں جو اسلامی معاشرے کی ضد ہو' ان کی بیخ کنی کردے ۔ ایک سکھ لاہور کی گلیوں میں پھر رہا تھا اور گھوم پھر کر جب واپس جانے لگا ۔ تو اس نے اخبار کو انٹرویو دیا ۔ یہی الفاظ کہے۔ "کہ دہلی اور لاہور کا کوئی فرق نظر نہیں آیا ۔" یہ اس کے الفاظ ہیں ۔ یہاں پر بھی وہی انداز ہے۔ یہاں پہ بھی وہی عریانیت ' فحاشی ۔ ہمارے سینما گھروں میں کیا ہوتا ہے۔ اب افسوس کی بات تو یہ ہے ۔ اس قسم کی باتوں کو چھیڑ دیتے ہیں۔ کہ یہ "ملا" ہیں۔ دنیا کے دوسرے ملاؤں کو تو جانتے ہی نہیں ہیں ۔ ویسے ہی ان ملاؤں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ ہے کہ اگر ان چیزوں کی روک تھام نہ ہو' تو ہماری نئی نسل پاکستانی صحیح مسلمان نہیں بن سکے گی ۔ ہمارے یہاں سینماؤں میں کیا ہوتا ہے؟ پشاور کے سینماؤں میں کیا ہوتا ہے ؟ ہم نے تو ہالی ووڈ کو بھی مات دی ہے۔ ہمارے سینماؤں نے تو کمال کر دیا ہے ۔ ڈش انٹینا اور وی سی آر نے بھی کمال کردیا ہے ۔

کہ ہالی ووڈ کو بھی مات دی ۔ وہاں پر کیا کچھ ہوتا ہے ۔ خدا کی قسم مجھے شرم آتی ہے کہ یہاں معزز اراکین کے سامنے ایسی باتیں کرتا ہوں لیکن ان کے مناظر سامنے آرہے ہیں ۔ یہ کسی اور کا فرض نہیں سب سے بنیادی اور اولین فرض صدر صاحب کا ہے ۔ صدر صاحب صرف وعظ و نصیحت پر اکتفا نہ کریں اس طرح وہ اپنے فرض منصبی سے سبکدوش نہیں ہو سکتے ۔

دوسری بنیادی بات کا تعلق آئین کے حوالے سے ان دفعات سے ہے جو ملک کے اداروں کو چلانے سے تعلق رکھتی ہیں اور پھر آئین کا وہ حصہ ہے جو ملک کی سرحدوں اور ملکی نظریات کی حفاظت کرنے کے لئے ہے ۔ ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں کہ ہماری گورنمنٹ نے امریکہ کو دعوت دی کہ وہ ہمارے ملک میں سرمایہ کاری کرے ۔ اس سے ہمیں اختلاف نہیں ہے ۔ لیکن ایک بنیادی بات یہ ہے کہ کسی بھی دنیا میں کہیں بھی ایسے آپ مجھے بتائیں کہ اپنی زمین کو کوئی ایسے کسان اور بزگر کے حوالے کردے جو بزگر اس سے دس گنا طاقتور ہو ۔ کوئی دے سکتا ہے ؟ کوئی ایسا شخص مجھے بتا دیا جائے کہ اپنے مکان کو اپنے سے دس گنا زیادہ طاقتور کو کرائے پر دے دے ۔ وہ ڈرتا ہے اس لئے کہ جب وہ وہاں جائے گا کرائے کے نام پر تو پھر میرے مکان پر قبضہ جمائے گا ۔ پھر کون اسے نکالے گا ۔ اسی طرح ایک زمیندار اس طرح کسی بھی شخص کو اپنی زمین زراعت کے اصول پر بھی نہیں دے سکتا ہے کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ جب یہ آ جائے گا تو پھر میری زمین پر قبضہ جمائے گا ۔ ہم جو مخالفت کرتے ہیں یہ ایک مسلم حقیقت ہے دنیا نے مان لیا ہے کہ امریکہ صرف اور صرف اپنے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں ۔ وہ ایک پیسے کا فائدہ بھی کسی اور کو نہیں پہنچائے گا جب تک اس کو اربوں کا فائدہ اس ملک میں نہ ہو ۔ اور اس کام میں اور اس پالیسی میں نہ ہو ۔ امریکہ جب یہاں سرمایہ کاری کے لئے وہاں سے تشریف لا رہا ہے وہ ہمارے لئے نہیں ہے وہ ہمارے درد کا دردمند نہیں ہے کہ وہ وہاں سے آ کر یہاں پاکستان کو آباد کر لے بلکہ وہ تو پاکستان کی تباہی و بربادی کا فارمولہ لئے ہوئے ہے ۔ وہ تو پاکستان کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے لیکن جب وہ یہاں آنا چاہتے ہیں تو وہ اپنے مفادات کے لئے آتے ہیں ۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ ہمارے سامنے ہے وہ ہندوستان میں مغلیہ دور کے آخری دور

میں جب وہ انتہائی کمزور ہوچکے تھے انہوں نے ایک تجارتی معاہدہ کیا پھر تجارتی معاہدے کے نتیجے میں پورے کا پورا ہندوستان اپنے قبضے میں لے لیا پھر بہانہ بنا لیا کہ میرے کارخانوں کو تحفظ حاصل نہیں ہے لہذا تمہاری فوج اور فورس جو ہے وہ ہماری حفاظت نہیں کرسکتی ہے ہم اپنی فوج اور فورس کو بلا لیں گے - یہی بہانہ امریکہ بہادر بھی بنانے گا معمولی سے اپنے دو بندوں کو مروائیں گے اپنے ذریعے سے اپنی سی آئی اے کے ذریعے مروائیں گے اور پھر یہی بہانہ بنائیں گے کہ ہمارے کارخانے ' ہماری لیبر' ہمارا عملہ ہمارے انجنیر ہمارے کاردار یہاں محفوظ نہیں ہیں۔ لہذا ہم اپنی فوج بلاتے ہیں ابھی مشرق وسطیٰ ہمارے سامنے ہے - مشرق وسطیٰ میں جب وہ آ گئے ابھی کون ہے جو ان کو باہر نکال دے پورے کا پورا مشرق وسطیٰ اپنے قبضے میں لے لیا۔ یہی امریکہ بہادر ان معاہدات کے ذریعے سے ایسی پرکشش ترغیبات کے حوالے سے وہ یہاں پاکستان میں وہ اپنے پاؤں کو جمانے کے لئے پاکستان پر قبضہ جمانے کے لئے بزنس کے ذریعے ایران کو مارنے کے لئے ' چین کو مارنے کے لئے ہندوستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے اور مستقبل میں روس سے دوبارہ جو خطرہ ان کو لاحق ہے اس کو کنٹرول کرنے کے لئے پاکستان ان کے لئے انتہائی ضروری ہے - وہ پاکستان کو بنیادی مورچہ بنانا چاہتا ہے - ہم جو مخالفت کرتے ہیں اپنے ملک کی تعمیر کے لئے نہیں ہے - کوئی ایسا بے وقوف آدمی ہوسکتا ہے ایک ایسا ملک دشمن آدمی ہوسکتا ہے کہ اپنے ملک کی تعمیر و ترقی کے مخالف ہو - لیکن ہم اس کے خلاف جو پیچھے سے خطرات دیکھتے ہیں اس کی بنیاد پر ہم مخالفت کرتے ہیں -

یہ صدر صاحب کا آئینی فرض بنتا ہے کہ وہ حکومت کو ایسے راستوں پر چلنے کے لئے مجبور کردے صرف وعظ و نصیحت نہیں بلکہ ان کو مجبور کردے کہ تم نے اس راستے پر چلنا ہے اگر چہ اب تو انہوں نے پیپلز پارٹی کی رکنیت سے بھی استعفیٰ دے دیا ہے اللہ کرے کہ وہ واقعی طور پر جیالا پن سے نکل جائیں وا قعی اس ملک پاکستان کا صدر بن کر تمام خرابیاں چاہے کسی میں بھی ہوں چاہے محترمہ میں ہوں ' چاہے حزب اختلاف کے لیڈر میں ہوں چاہے دوسرے ارکان میں ہوں سب کو ٹوک کر اور سب کو بتا کر اور سب کو مجبور کرکے سیدھے راستے پر لگا دیں - یہ صدر صاحب کا بنیادی فرض بنتا ہے لیکن ان کی تقریر جو ہے یہ حقیقت میں وہی ہے کہ وہاں سے اٹھا کر ان کے ہاتھ میں دے دی ہو - مجھے یقین ہے کہ جب وہ تقریر کر رہے تھے وہ خود نہیں سمجھ رہے تھے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں - شاید دوبارہ انہوں نے مطالعہ کیا ہو تو الگ بات ہے - اور پھر

ہمارے ہاتھ میں جو تقریر دی گئی وہ فوٹو سٹیٹ ہے اور ایک اور بدقسمتی کی بات صرف ایک آیت کا حوالہ بلکہ دو آیتوں کے حوالے انہوں نے دئیے اس آیات کو غلط لکھا گیا اور انہوں نے جب پڑھی وہ بھی غلط پڑھی ۔ مجھے انتہائی افسوس ہوا کہ وہ انگریزی کو مادری زبان جیسے بولتا ہے لیکن اللہ رب العزت کے کلام کو اس انداز سے پڑھتے تھے کہ میں تو حیران ہوگیا کہ یہ ایک سالہ بچہ ہے یا کیا بلا ہے ۔ اس انداز سے پڑھتے تھے وہ غلط تھا اور لکھا ہوا بھی غلط تھا ۔ وہ امر کا صیغہ ہے انہوں نے جو لکھا ہے لیکن اس آیت میں جو ہے وہ ماضی کا صیغہ ہے ۔ (عربی) یہاں تک ہمیں اللہ تعالیٰ کے کلام کی کوئی پرواہ نہیں جس طرح ہم نے لکھ دی ۔ اگر ہم خصوصا" ہمارے علماء اگر انگریزی کے ایک لفظ کسی لفظ کو غلط پڑھیں تو پوری دنیا میں اس کے خلاف پروپیگنڈہ شروع ہو جاتا ہے کہ یہ مولوی ہیں یہ تو انگریزی جانتے ہی نہیں ۔ یہ توکچھ بھی نہیں جانتے یہ تو رجعت پسند ہیں ۔ یہ تو قدامت پسند ہیں اور پتا نہیں کن کن القابات سے ہمیں نوازا جاتا ہے لیکن وہ اگر اللہ تعالیٰ کے کلام کو غلط پڑھیں تو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ۔ انہی آیتوں کے حوالے سے کیا انہوں نے واقعی اپنا فرض ادا کیا ہے ؟ حقیقت یہ ہے کہ آیات توپڑھتے ہیں لیکن عمل کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے ۔ ڈاکٹر شیر افگن صاحب اگر ہوتے تو میں ان کو بتاتا ' وہ ہمیشہ آئین کی روح کے حوالے سے باتیں کرتے ہیں کہ فلاں دفعہ آئین کی روح کے حوالے سے یوں ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ خدا کی قسم اگر آئین کی دفعات کو عملی طور پر نافذ کیا جائے تو یہ ہمارا ایوان بہت سے ارکان سے محروم ہو جائے گا کیوں کہ ہمارے آئین کی رو سے گناہ کبیرہ کا مرتکب شخص ممبر نہیں بن سکتا۔ ہمارے کتنے ساتھی ہیں ہمارے کتنے ممبرز ہیں جو نماز تک نہیں پڑھتے ' نماز کو چھوڑنا کیا سب سے بڑا گناہ نہیں ہے ؟ اگر اس حوالے سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ایک فاسق بندہ ہے تو وہ ایوان کا رکن نہیں بن سکتا تو پھر شیر افگن صاحب کہاں سے رکن بن سکتے ہیں ۔ وہ ہمیشہ آئین کی روح کے حوالے سے باتیں کرتے ہیں ۔ لیکن آئین کی دفعات کی صریح خلاف ورزی ہوتی ہے لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ۔ اس لئے یہ صدر صاحب کا فرض ہے کہ آئین کی اصل روح کو برقرار رکھنے کے لیے وہ اپنے صدارتی اور آئینی اختیارات کو استعمال کرکے سب کو مجبور کر دیں کہ وہ سیدھے راستے پر چلیں ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ شکریہ!

حافظ فضل محمد - جناب والا ! چند باتیں اور عرض کروں گا - اقتصاد کے حوالے سے ہمارے بہت سے ساتھیوں نے گزارشات پیش کی ہیں میں بھی اس سلسلے میں کچھ عرض کروں گا - ہمارے ملک میں سب سے بڑی بدبختی یہ ہے کہ ہم ٹیکس در ٹیکس تو لگا دیتے ہیں ' ہر بل میں اضافہ در اضافہ تو کر دیتے ہیں لیکن ان کے لیے وصولی کا طریقہ اور ان کے لیے ایک مضبوط بہترین وصولی کا نظام ہمارے پاس نہیں ہے اس لیے لوگ چوری پر مجبور ہو جاتے ہیں - مثال کے طور پر ہم نے مدینہ منورہ سے تقریباً" چار ' پانچ منٹ فون کیا تو دو سو روپے کا بل آیا - جب میں کراچی پہنچا تو تین منٹ کا فون کوئٹہ کیا تو پھر بھی دو سو روپے کا بل آیا - مدینہ سے یہاں تک بھی دو سو روپے کا بل اور کراچی سے کوئٹہ بھی دو سو روپے کا بل' اب جب بجٹ کا خسارہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے - یہ دفترشاہی کے لوگ جب اپنی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں یہ عجیب خوش لسان ہوتے ہیں ان کا ایک عجیب انداز ہوتا ہے یہ سیاستدانوں کو ایک کھلونا بنا دیتے ہیں ایک سال بعد سیاستدان کو پتا چلتا ہے کہ نوکر شاہی نے مجھے اس طرح استعمال کیا ہے - بلوں کی وہ اس طرح سے ایک فہرست بنا دیتے ہیں کہ جناب اس میں اضافہ کر دو اس میں اضافہ کر دو لیکن یہ نہیں بتاتے ہیں کہ اس کی وصولی کا بھی کوئی طریقہ ہے - بل واقعی وصول بھی ہوتے ہیں یا نہیں - وہاں پر ایک نفسیاتی دباؤ پڑ جاتا ہے یہ مہنگائی کا جو لفظ ہے انسان کو نفسیاتی طور پر مفلوج کر دیتا ہے انسان کے اعصاب پر اتنا دباؤ ڈالتا ہے کہ انسان مفلوج ہو جاتا ہے - میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ ٹیلی فون کے بل ہیں پتا نہیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیئے گئے ہیں اب ایک منڈی ہے ' جہاں بھی منڈی ہوتی ہے ' سبزی منڈی ہے ' فروٹ منڈی ہے اب منڈی کا جو مالک ہوتا ہے اس کو دن میں پچاس ٹیلیفونوں کی انتہائی ضرورت ہوتی ہے کہ اس نے لازماً" پچاس فون دن میں کرنے ہیں اب پچاس فونوں کے بل آپ اکٹھے کریں ' کتنے بنتے ہیں۔ اس کی دس دن کی آمدنی بھی اتنی نہیں ہوتی کہ وہ ایک دن کے فون کے بل ادا کر سکے۔ پھر وہ آپریٹر سے لائن ملا لیتے ہیں کہ آپ ایک ہزار روپے مجھ سے ماہانہ لے لیا کریں لیکن دو سو روپے ایک ماہ کا بل بھیجتے رہیں - درمیان میں حکومتی خزانے کا خانہ خراب ہوگیا - وہ فون کرتے رہتے ہیں لیکن آپریٹر کسی ایسی جگہ لائن لگا دیتے ہیں جہاں بل نہیں آتے ' کسی اور جگہ لگا دیا اس کا بیڑہ غرق کر دیا۔

مجھے معلوم ہے کہ بہت سے لوگ دیندار ہوتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ چوری کریں

لیکن ان کے اقتصادی حالات ایسے ہیں ان کا کاروبار زندگی ایسا ہے کہ اگر وہ صحیح طریقے سے ٹیلیفون کا بل بھی ادا کریں، بجلی کا بل بھی ادا کریں، گیس کا بل بھی ادا کریں اور پانی کا بل بھی ادا کریں تو ان کی آمدنی اتنی ہے کہ آدھے بل ادا ہو سکتے ہیں آدھے ادا نہیں ہو سکتے تو پھر کیا کریں آپ مجھے بتائیں کہ پھر وہ چوری نہ کریں تو کیا کریں۔ یا تو وہ خود کشی کر لیں گے یا وہ چوری پر مجبور ہو جائیں گے۔ وہ بیت المال والوں سے سر ملائیں گے اور تھوڑا بہت چائے پانی کر دیں گے تو اس طرح بیت المال کا اور خزانہ کا خانہ خراب ہو گیا۔ لہذا یہ طریقہ نہیں ہے کہ اس طریقے سے بجٹ کے خسارے کو یا بجٹ کو بڑھانے کے لئے کوئی طریقے بتا دیں بلکہ صحیح رجال کار ابھی تک ہمارے ہاں نہیں ہے اگر ہم صحیح رجال کار کو پیدا کر دیں گے اور ایک سسٹم کو درمیان میں لائیں گے۔ اب واحد ملک پوری دنیا میں پاکستان ہے جس میں کوئی سسٹم نہیں ہے۔ اس ملک میں نہ اسلامی قانون ہے، نہ مارشل لاء کا قانون ہے، نہ انگریز کا قانون ہے، نہ فرانس کا قانون ہے لہذا کوئی بھی سسٹم نہیں ہے جو بھی کچھ کرے تو اسے پوچھنے والے نہیں ہیں اور جو دل میں آئے وہی کرے۔ یہ بنیادی فرض کس کا ہے یہ میرے خیال میں صدر صاحب کا فرض ہے۔ میں کسی سے شکوہ نہیں کرتا ہوں لیکن اصل بنیادی چیز یہ ہے کہ صدر صاحب اپنے آپ کو ایسے پس منظر میں نہ لے جائیں کہ وہ اپنے آپ کو غائب کر دیں یا حزب اختلاف کے تند و تیز لہجے کے لئے حکومت کو آگے کر دے بلکہ یہ ان کا فرض ہے کہ وہ اداروں کو آئین کے مطابق چلانے یہ فرض صدر صاحب کا بنتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے صدر صاحب کو بھی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ وہ اپنے آئین کے مطابق اپنے ملک کو چلائے انشاء اللہ عزیز یہ معاملات سب کے سب ختم ہو جائیں گے۔ باقی باتیں تو اور بھی ہیں لیکن کیا کریں وقت قلیل ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ آپ کا مجھ پر احسان ہو گا کہ مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔

حافظ فضل محمد۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

سردار یعقوب خان ناصر۔ شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے تقریر کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ میرے زیادہ ساتھی تقریر کر چکے ہیں اور تھوڑے رہتے ہیں لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے کوشش کروں گا کہ تقریر مختصر اور صدر کی تقریر تک محدود رکھوں۔ مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ صدر صاحب نے پوری تقریر میں ایک دو آیات جو لکھی ہوئی تھیں وہ بھی صحیح نہیں

پڑھیں - میرے خیال میں صدر صاحب نے یہ سوچا ہو گا کہ جب میں پوری تقریر غلط پڑھ رہا ہوں تو چلو یہ آیات بھی غلط پڑھ لی جائیں تو کوئی حرج نہیں - جناب چیئرمین ! صدر صاحب نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے اس جملے سے تقریر شروع کی ۔ آج میں جوائنٹ سیشن سے مخاطب ہو کر اپنا آئینی فریضہ ادا کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں ۔ جناب چیئرمین! صرف جوائنٹ سیشن کے سامنے کھڑے ہونے سے یا بے مقصد تقریر کرنے سے جس کا کوئی مطلب نہ ہو اس سے میرے خیال میں وہ آئینی فریضہ پورا نہیں ہوتا۔ چونکہ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ جو آئینی فریضہ صدر صاحب کو سونپا گیا ہے آیا وہ مقصد اس تقریر سے حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا پھر آئینی فریضہ کبھی پورا نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر شیر افگن اب موجود نہیں ہیں اور میں بھی ان کی تقریر کے وقت موجود نہیں تھا - میں نے ان کی تقریر اخبار میں پڑھی - اس نے کہا کہ صدر صاحب جو تقریر کرتے ہیں ان کو حکومت تقریر لکھ کر کے دیتی ہے یہ ایک روائیتی اور رسمی تقریر ہوتی ہے - میرے خیال میں اتنے لمبے عرصے سے جب کہ ہم اب بھی باتیں کر رہے ہیں اور ممبران صاحبان میرے خیال میں اب fed up ہو رہے ہیں اور نیشنل اسمبلی میں اور سینٹ میں اتنا وقت لگا رہے ہیں اگر یہ حکومتی تقریر ہے تو پھر حکومت کی تقریریں وزراء کے توسط سے ہم روزانہ سنتے ہیں جو تحریری اور زبانی ہوتی ہیں اور ان پر ہماری کوئی بات بھی اثر نہیں کرتی۔ تو اگر وہ ایک رسمی تقریر تھی جیسا کہ انہوں نے کہا واقعی انہوں نے حکومت کی لکھی ہوئی تقریر پڑھی - میں نے خود اس تقریر کو دو دفعہ بعد میں پڑھا ہے اس میں سوائے حکومت کی تعریف کے کچھ نہ تھا - اس نے بھی اپنا وقت ضائع کیا اور ہم بھی جب پڑھتے ہیں تو اس پر جتنا وقت لگاتے ہیں اپنا ٹائم ہی جناب چیئرمین ضائع کرتے ہیں۔ انہوں نے جس شعبے کا ذکر کیا ہے اس میں بسم اللہ ہی یہاں سے کیا ہے کہ اس شعبے میں حکومت نے ٹھوس منصوبہ بندی کی ہے اس میں بنیادی اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔

خارجہ پالیسی پر ہمیں اس حکومت پر فخر ہے۔ اس قسم کی تقریر کرنے سے میرے خیال میں نہ تو صدر صاحب نے اس قوم کی خدمت کی ہے، نہ انہوں نے اس ملک کی خدمت کی ہے، نہ انہوں نے اپنا آئینی فریضہ ادا کیا ہے۔ نہ اس نے اپنی پارٹی کے ساتھ کوئی خیر خواہی کی ہے، نہ اپنی لیڈر بے نظیر کی کوئی راہنمائی کی ہے۔ کیونکہ جناب چیئرمین ! جب بھی کسی شخص کو کسی ادارے کو، کسی سسٹم کو تباہ کرنا ہو تو اس کے خامیوں پر پردہ ڈالا جائے اور اس کی خوبیاں ہی

خوبیاں بیان کی جائیں۔ جناب چیئرمین! میرے خیال میں صدر صاحب نے صرف اور صرف اس حکومت کو اور محترمہ کو خوش کرنے کے لئے یہ تقریر جوائنٹ سیشن کے سامنے کی۔ انہوں نے جو چیز چھوڑی ہے جو اصل لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ اس پر نہ بولنے کے مترادف ہے کراچی کا تو بالکل ذکر نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے پورا ملک پریشان ہے۔ جو اقتصادیات اور معیشت کا شہ رگ ہے جہاں پر روزانہ بیس بیس قتل ہوتے ہیں۔ جہاں گاڑیاں جلائی جاتی ہیں، گھر جلائے جاتے ہیں لوگوں کی زندگی اجیرن ہے۔ مگر صدر صاحب نے اس کے بارے میں ذکر تک نہیں کیا۔ اور ہم تو نہیں دیکھتے کہ کراچی کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے کوئی خاص اقدامات اٹھائے گئے ہوں اگر اس طرح چشم پوشی سے کام لیتے گئے۔ اس طرح سرد مہری سے یہ حکومت کام لیتی رہی تو میرے خیال میں خدا نہ کرے پورا ملک اس آگ کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔ کئی دفعہ حیدر آباد پاکستان کے دوسرے شہر پنجاب کے کئی شہروں میں اس قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں، مگر حکومت ہے جنہوں نے ایم کیو ایم کے ساتھ۔ ایم کیو ایم اپنی جگہ جیسی بھی ہے اس کا لیڈر جیسا بھی ہے مگر اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے مفادات کو پس پشت ڈال کر ایم کیو ایم کے ساتھ بات کرنی چاہیئے اور ان کا تعاون حاصل کرنا چاہیئے۔ اس اہم مسئلے سے اس ملک کی جان چھڑانی چاہیئے اس پر کسی نہ کسی طریقے سے اس کا حل نکالنا چاہیئے۔ نواز شریف نے کراچی کے مسئلے پر غیر مشروط طور پر حکومت کو اپنے تعاون کی پیش کش کی۔ مگر انہیں اس طرح سے ٹھکرایا کہ آپ وزیراعلیٰ سندھ سے رابطہ کریں۔ یعنی آپ کے تعاون کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ یہ صرف یہی ایک موقع نہیں ہے جب بھی کوئی ایسا موقع آتا ہے جہاں پر قومی یک جہتی کی ضرورت ہوتی ہے جہاں پر ملکی مفادات کو کوئی فائدہ پہنچانا ہوتا ہے۔ تو یہ لوگ اس قسم کی حرکات کر کے اس کو سبوتاژ کر دیتے ہیں۔ جوائنٹ سیشن کے دوران یہ لوگ کہتے ہیں کہ اپوزیشن نے یہاں پر واویلا کیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ جب ۱۴ نومبر کو جوائنٹ سیشن ہو رہا تھا تو پھر ۱۳ نومبر کو قائد حزب اختلاف کے والد کو پکڑنے کی کیا اتنی جلدی تھی کہ انہیں ایک دن پہلے گرفتار کر کے اور 16 اور 17 کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ سارا صدر کے خلاف سازش ہے۔ اس کو بدنام کرنے کے لئے اس کو ذلیل کرنے کے لئے کیونکہ جب آپ ساری کڑیاں دیکھیں امریکہ ان کو بھیجا گیا۔ میرے خیال میں ایک کالج یونین کا صدر بھی اس قسم کا دورہ نہیں کر سکتا جس طرح ہمارے ملک کے صدر نے امریکہ کا دورہ کیا۔ اور ان سے دورہ کروایا گیا اور جب محترمہ کا دورہ

تھا اس دورے کو دیکھیں اور اس دورے کو دیکھیں۔ جوائنٹ سیشن کے دوران کیا ضرورت تھی کیا وہ اتنے بڑے ڈاکو تھے اتنے بڑے بدمعاش تھے اتنے بڑے غاصب تھے کہ اگر ایک دن بعد گرفتار کر لیا جاتا تو اس سے کیا مصیبت آجانی تھی نہیں صرف یہ گڑ بڑ پیدا کرنے کے لئے اور جوائنٹ سیشن میں بدمزگی پیدا کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا۔

اب اس وقت کشمیر میں کیا حالت ہے مسلمانوں پر آگ برس رہی ہے ہمارے مقدس مقامات گرائے جا رہے ہیں۔ جلائے جا رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! اس موقع پر جب حزب اختلاف نے اپنی رضامندی ظاہر کی کہ ہم کشمیر کمیٹی میں ضرور شریک ہونگے۔ یہ ایک قومی معاملہ ہے یہ ایک ملک کی یکجہتی کا مسئلہ ہے۔ تو پھر انہوں نے یعنی جب یہ فیصلہ ہوا رضا مندی ہوئی تو اس کے صرف تین گھنٹے بعد یعنی برملا ایک پریس کانفرنس کر کے حالانکہ کیسز تو دیوانی کیسز ہیں آپ کر سکتے ہیں۔ چلائیں کیسز اس میں شوروغوغے کی کیا ضرورت ہے۔ پریس کانفرنس کی کیا ضرورت ہے۔ اور اتنا اچھالنے کی کیا ضرورت ہے' صرف تین گھنٹے کے بعد پریس کانفرنس کر دی کہ نواز شریف کے خلاف اس کے خاندان کے خلاف ایم کیو ایم کے خلاف ' فلانے کے خلاف اتنے کیسز اور فلاں۔ جناب چیئرمین! یہ ساری باتیں دیکھ کر کے ہم کسی کو بھی موردالزام نہیں ٹھہرا سکتے صدر کو بھی انہوں نے شل کیا ہوا ہے۔ فضل الہٰی کے عادی ہیں۔ فضل الہٰی بنانا چاہتے ہیں' حالانکہ یہ تو بااختیار صدر ہے۔ اس نے اپنے آپ کو بےاختیار بنایا ہوا ہے۔ اور انہوں نے بنایا ہے۔ یہ ایسے مواقع ہاتھ سے گنوانا چاہتے نہیں ہیں کہ اس ملک میں امن و امان ہو' اور اس ملک میں مسئلے حل ہوں۔

صدر صاحب نے مہنگائی کا اپنی تقریر میں ' یعنی اتنا اہم ایشو ہے اس کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس وقت تقریباً جب سے یہ حکومت آئی ہے ۷۰' ۵۰ فیصد مہنگائی ملک میں بڑھی ہے اور غریب کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے۔ تمام وہ اشیاء جو ضرورت کے مطابق جو روز مرہ استعمال کی چیزیں ہیں ان چیزوں پر ٹیکسز لگا دیئے گئے ٹیلیفون کا بل ادا نہیں کر سکتے۔ بجلی پر اتنے ٹیکسز لگا دیئے کہ لوگ بے بس ہو گئے۔ پٹرولیم پروڈکس جتنی بھی استعمال کی چیزیں ہیں تمام پر ٹیکسز لگا دیئے مگر ڈش انٹینا وی سی آر ٹیلی ویژن ائیرکنڈیشن وغیرہ ایسی چیزیں جو سرمایہ داروں کی چیزیں ہیں یا جو بالکل غیر ضروری چیزیں ہیں ان کو ٹیکس سے چھوٹ دے دی گئی۔ میک اپ کا سامان ہے ان سب پر۔ جناب چیئرمین! اگر آپ ان کی ہسٹری دیکھیں آپ دیکھیں گے کہ ہر موقع پر اس ملک کے غریب عوام کے ساتھ دھوکہ کیا ہے غریب عوام کے ساتھ مذاق کیا ہے یعنی روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ۔ آج ہم تو روٹی '

کپڑا اور مکان کی بات کرتے ہیں مگر جناب چیئرمین! پیپلز پارٹی والے یہ بات بھول گئے ہیں اب یہ بات اپنی زبان پر بھی نہیں لاتے۔ اسی طرح یہ لوگ سوشلزم کی بات کرتے تھے صرف اپنے آپ میں attraction پیدا کرنے کے لئے مگر وہ بھی اپنے منشور سے اب یہ بات نکال چکے ہیں۔ جس وقت ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت تھی اس وقت تمام ملک کی جو فیکٹریاں ہیں، ملک کی ملیں ہیں اور ملک کے تمام جو ادارے ہیں انہیں نیشنلائیز کر کے صرف ووٹ بنانے کے لئے، ملک کی تمام صنعت کو تباہ و برباد کر دیا گیا صرف اور صرف اس لئے تاکہ مزدور ان میں جتنے بھی ورکرز ہیں وہاں کے جتنے بھی مزدور کار ہیں وہ ایک عارضی سہولت سے خوش ہو کر ووٹ ان کے پکے ہو جائیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ غربت میں پھنس جائیں۔ انہوں نے کبھی بھی اس ملک کی خاطر ایسا کام نہیں کیا کہ یہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے۔ ہم لوگ کہتے ہیں کہ ایوب خان ڈکٹیٹر تھا، وہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھا، مگر ایوب خان نے جو اس ملک کو ترقی دی اس ملک میں جو صنعتیں لگوائیں، صنعتوں کا جال بچھایا، اس ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا پیپلز پارٹی کی حکومت کے آنے کے بعد ان سب پر پانی پھیر دیا۔ تمام کارخانے اور ملیں نیشنلائیز کر دیں۔

اس کے بعد نواز شریف کی حکومت آئی 25 سال کے بعد نواز شریف کی حکومت آئی، 25 سال کے بعد ان تمام صنعتوں کو پرائیویٹائز کیا ان میں دوبارہ کام شروع ہوا۔ ملک میں دوبارہ صنعتیں لگنی شروع ہوگئیں اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوا۔ مگر پھر پیپلز پارٹی کی حکومت آنے کی وجہ سے اب پھر وہ تمام منصوبے جو میاں نواز شریف کی حکومت میں شروع ہوئے تھے جو ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا گیا تھا وہ تمام منصوبے پھر سے جناب چیئرمین ختم ہو رہے ہیں ۔ لغاری صاحب نے اپنی تقریر میں ایک بات جو صحیح کہی ہے امریکہ کے ساتھ تعلقات کی، یہ حکومت واقعی کر رہی ہے اور کرنا چاہئے مگر اتنا بھی نہیں کہ وہ سارے ملک کو امریکہ کے حوالے کردے ۔اور ہر چیز پر اور ہر طریقہ سے امریکہ پر ہمیں تکیہ نہیں کرنا چاہئے جناب چیئرمین! اگر ہم نے دہشت گردوں کو پکڑنا ہو تو ہم امریکہ سے رجوع کرتے ہیں۔ اگر کوئی دینی جماعت مذہبی بات کرتی ہے تو اسے بنیاد پرست قرار دے کر امریکہ سے امداد مانگی جاتی ہے۔ اگر کشمیر کا مسئلہ ہو تو اس پر یکطرفہ طور پر امریکہ کو ثالث مقرر کرکے اعلان کرتے ہیں کہ ہماری طرف سے کشمیر کا ثالث امریکہ ہے جناب! ہمارے ہر مرض کی دوا امریکہ بن گیا ہے ۔ ملک میں اگر ہم انرجی بڑھانا چاہتے ہیں یا انرجی کی کمی کو دور کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے بھی امریکہ کی طرف ہماری آنکھیں اٹھتی ہیں ۔

اس طرح ہمارے ہمسایہ ممالک ہیں ہمارے دوست ممالک ہیں وہ امریکہ کی وجہ سے جناب چیئرمین ہم سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہ ملک ہیں جنہوں نے ہمیں آڑے وقت میں ہمارا ساتھ دیا ہے اور ہر مصیبت میں ہمارے ساتھ کھڑے ہو گئے یہی وہ ہمارے لنگوٹیا یار تھے جو ہر مصیبت میں ہماری مدد کرتے تھے مگر آج ہم ان لوگوں کو اپنے ہاتھ سے جانے دے رہے ہیں ایک ایسے ملک کی خاطر جس نے کبھی بھی ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ جس کا ساتواں بحری بیڑہ کبھی بھی نہ پہنچا تھا، نہ پہنچا ہے، اور نہ پہنچے گا ۔ مگر ہم پھر بھی اس ملک کے پیچھے ہیں اور اس ملک کی خاطر ہم اپنے دوستوں کو ناراض کر رہے ہیں ۔ یعنی ہماری محترمہ صاحبہ نے امریکہ کا دورہ کیا اس کے لئے ہم لوگوں کو کتنے پاپڑ بیلنے پڑے ۔ کتنی محنت کرنی پڑی۔ وہاں پر ہم نے کتنے وفود بھیجے واپسی پر ہم نے اس کی کامیابی کا جشن ہی نہیں منایا تھا کہ پیچھے سے کلنٹن صاحب کا ذمہ رج کا جو ہمارے وہاں طیارے کھڑے ہیں اس کا بل پہنچ گیا ۔ اور وہاں پر جو ہمارے پرانے پرزے بغیر مرمت کے تھے وہ واپس بھیج دیئے گئے ۔ جناب چیئرمین! ایسے ملک سے توقع رکھنا میرے خیال میں تباہی اور بربادی کا سبب بنے گا ۔ ہمیں اپنے پرانے دوستوں کا سہارا کرنا چاہیئے بجائے اس کے کہ ہم ایسے ملک پر تکیہ کریں جس نے کبھی بھی ہمارا ساتھ نہ دیا ہو ہمیشہ ہم سے عین موقع پر ہاتھ کھینچا ہو یہ پورے ملک اور پوری قوم کے لئے تباہی ہے ہمیں اس پر سنجیدگی سے سوچنا چاہیئے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک میں یہ باتیں کافی ہوتی ہیں کہ امریکہ کے ساتھ تعلقات سے حکومت کی کرسی جو ہے وہ مضبوط ہوتی ہے اپنی کرسی بھی مضبوط کریں اس سے کسی نے کسی کو نہیں روکا ۔ مگر اپنے مفادات کو قوم اور ملک پر قربان کرنا میرے خیال میں نہ تو اس پہ-----

جناب پریذائیڈنگ آفیسر ۔ جی وزیر صاحب اگر جاگ گئے ہوں تو چیئرمین صاحب تشریف لا رہے ہیں ۔

(اس موقع پر جناب چیئرمین نے کرسی سنبھالی)

جناب چیئرمین ۔ شکریہ حافظ صاحب آپ کا ۔ جی جناب سردار صاحب ۔

سردار یعقوب خان ناصر ۔ جناب چیئرمین! تو ہمیں اس ملک کی خاطر قربانیاں دینی پڑیں گی ۔ ملک بنے، قومیں بنی ہیں انہوں نے جناب چیئرمین! قربانیاں دی ہیں انہوں نے

ملک کے لئے تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ انہوں نے مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ یہ نہیں کہ انہوں نے ذاتی مفادات کی خاطر یا اپنی پارٹی مضبوط کرنے کی خاطر اپنے ووٹ بنانے کی خاطر اپنی معیشت کو بھی اسی طرف لگایا ہے۔ اپنی سیاست کو بھی اسی طرف لگایا ہے۔

(ہاؤس میں اذان عصر سنائی دی)

جناب چیئرمین ۔ جی جناب یعقوب صاحب ۔

سردار یعقوب خان ناصر ۔ شکریہ' جناب چیئرمین ! تمام مقررین نے اس بات پر زور دیا ہے اور بار بار اس بات پر زور دینا چاہئیے کہ جہاں پر کچھ مقررین کہتے ہیں کہ ایک بات دو دفعہ نہیں کرنی چاہئیے میں کہتا ہوں کہ ایک بات اگر دس دفعہ کریں تو بڑی مشکل سے یہ بات اس حکومت کے ذہن میں بٹھائیں ' اور صدر صاحب کے ذہن میں ہم بٹھائیں کہ آپ صدر ہیں آپ بااختیار ہیں میری زبان سے ہمیشہ بے اختیار نکلتا ہے آپ بااختیار ہیں آپ اپنا فریضہ جو ہے وہ اس قوم کی خاطر اس ملک کی خاطر اپنا فریضہ بالکل ٹھیک ہے پیپلز پارٹی ضرور چاہتی ہوگی کہ آپ ایک بے اختیار صدر بنیں آپ فضل الہٰی بنیں آپ کو وہ بدھر کھینچیں وہاں جائیں اور پارلیمنٹ کے تین حصے ہیں قومی اسمبلی' سینٹ اور صدر' تو اس میں قومی اسمبلی' سینٹ اس کا حشر ہم سب کے اور صدر صاحب کے سامنے ہے اور حکومت کے سامنے ہے یعنی ان کی نہ رولنگ مانی جاتی ہے اور نہ کوئی بات مانی جاتی ہے جو بھی بات آج تک ہم نے اٹھائی ہے وہ بات آخر تک نہیں پہنچی۔ جناب چیئرمین ! آپ سے میری یہ گزارش ہے کہ آخر ہمیں اس کے لئے تو بولنا چاہئیے کہ جس پارلیمنٹ کی وجہ سے حکومتیں بنتی ہیں جس پارلیمنٹ سے صدر بنتا ہے جس پارلیمنٹ سے ہمارا سارا کاروبار زندگی اور ساری حکومت چلتی ہے اس کی کوئی بات نہیں مانی جاتی ۔ آخر اس کا کیا علاج ہے؟ جہاں تک رولنگ کا تعلق ہے وہ نہیں مانی جاتی ۔ صدر صاحب مشترکہ اجلاس میں پورے سال کے بعد بھی لکھی ہوئی تقریر پڑھتے ہیں تو ایسی تقریر کرنے سے یہ باتیں جو ہم لوگ کرتے ہیں جو قوم کو ان سے توقع ہے جو ممبران کو ان سے توقع ہے ساری قوم مایوس ہو چکی ہے۔

جناب چیئرمین ! صدر کی اس تقریر سے اور صدر کے اس رویے سے کہ نہ انہوں نے مشترکہ اجلاس کے دوران تقریر کچھ کہا اور نہ انہوں نے بعد میں مہنگائی کے بارے میں کچھ کہا ہے اور نہ امن و امان کے بارے میں اور حالت یہ ہے کہ صورتحال روز بروز خراب ہوتی جا رہی ہے۔

مگر صدر صاحب کی طرف سے بالکل خاموشی طاری ہے ۔ عدالتوں کا حال جناب چیئرمین ہم سب کے سامنے ہے ۔حکومت تو یہ کہتی ہے کہ یہاں پر انصاف ہے اگر کوئی ناانصافی ہو تو عدالت کے پاس چلے جائیں مگر ہم کہتے ہیں کہ ہم تو عدالتوں کا حال بھی دیکھ چکے ہیں یعنی جو پارلیمنٹیرین اپنی وفاداریاں تبدیل کرتا ہے تو اس پر پہلے سے جتنے بھی کیس ہوتے ہیں وہ سرد خانے میں پڑ جاتے ہیں اور جو ڈٹا رہتا ہے جو اپنی وفاداریاں تبدیل نہیں کرتا چاہے وہ اپنے گھر میں بھی موجود نہ ہو پتا نہیں کلاشنکوف کس اور نے رکھی ہو پولیس نے رکھی ہے یا کسی نے رکھی ہے اسے سزا دے دیتے ہیں سات سال کی سزا بغیر کسی ثبوت کے گواہ کے تو یہ ایسی عدالتوں سے جناب والا ! قوم کیسی توقع رکھیں لوگ کس طرح توقع رکھیں اور جائیں کہاں کہ جب صدر کی حالت اس طرح ہو اور عدالتوں کی حالت اس طرح ہو اور حکومت ایک بات بھی نہیں سنتی ۔ جناب والا! میں اب ختم کرتا ہوں ۔ جناب والا ! ہمارے ترقیاتی فنڈز ہیں اس کے لئے اور اس کے متعلق پورے سال سے بار بار باتیں ہو رہی ہیں ۔ اس دن بھی میں نے کوشش کی تھی کہ میں صرف بات کروں کہ ہمیں کوئی ڈویلپمنٹ فنڈز نہیں چاہیئے صرف یہ چاہیئے کہ صاف بات ہونی چاہیئے ۔ ہمارے حلقے ہیں ' ہمارے لوگ ہیں ۔ ہمارے علاقے میں لوگ کہتے ہیں ' یہ بات مشہور ہے کہ یہ جو فنڈز ہیں اس کو ممبران خورد برد کرتے ہیں تو اس کے لئے صاف بات ہونی چاہیئے کہ آیا اپوزیشن کو آدھا فنڈز دیا جاتا ہے یا اس کو دوسرے ممبران کے برابر فنڈز دیا جائے گا یا بالکل نہیں دیا جائے گا تاکہ ہمارے لوگوں کو ' ہمارے ووٹرز کو ' علاقے میں لوگوں کو پتا تو چلے کہ انہیں کچھ نہیں مل رہا ہے ۔ یہاں تو ایک ہال سے ہم آپس میں بیٹھے ہیں ایک دوسرے سے روزانہ بات کرتے ہیں ہم ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھ سکے ہیں تو وہ لوگ یہ بات کیسے سمجھیں گے کہ آیا ان کے فنڈز ہیں بھی یا نہیں ۔

اسی طرح جناب چیئرمین بلوچستان کا معاملہ ہے ۔ بلوچستان کے ساتھ ہر لحاظ سے امتیازی سلوک برتا جا رہا ہے ۔ میں تو کہتا ہوں کہ سب سے پہلے تو جو تمام فنڈز تقسیم ہوتے ہیں آبادی کے لحاظ سے یہ سب سے پہلے ہمارے ساتھ امتیازی سلوک یہ ہے کہ ایریا کو بھی ملحوظ خاطر ضرور رکھنا چاہیئے ۔ بلوچستان کے اتنے وسیع و عریض میدان ہیں اگر گورنر ایجنسی سے سرمایہ لاکر وہاں پر لگا دیا جائے ' وہاں ان بارانی علاقوں کو آباد کر دیا جائے ۔ وہاں پر ڈیم بنا دیئے جائیں ۔ وہاں پر سٹوریج ڈیم بنا دیئے جائیں ۔ اس علاقے کو اگر ہم آباد کریں تو نہ صرف پاکستان زرعی لحاظ سے

خوردنی اشیاء میں خود کفیل ہو گا بلکہ اسے ہم برآمد بھی کر سکیں گے ۔ ہم آمدنی بھی کما سکیں گے ۔ مگر اس کو اتنا نظر انداز کیا گیا ہے جناب چیئرمین! کہ کوئی بات بھی ہمارے غریب صوبے کی کسی لحاظ سے نہیں سنی جاتی ۔ سوئی گیس ہے دوسرے صوبے سے بھی گیس نکلتی ہے ۔ ہمارے صوبے سے بھی گیس نکلتی ہے مگر جو رائیلٹی ہمیں ملتی ہے ۔ ہمیں دوسرے صوبوں سے وہ کئی گنا کم ملتی ہے ۔ حالانکہ ۸۰ فیصد گیس پورے پاکستان کی بلوچستان سے نکلتی ہے ۔ یہ تمام باتیں جناب چیئرمین! حکومت سمجھتی ہے ۔ دیکھتی ہے مگر وہ قصداً اس سے چشم پوشی کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ یہ لوگ اپنی مشکلات میں، اپنی مصیبتوں میں اور اپنی تکالیف میں اس طرح الجھے رہیں اور ہم اپنی حکومت کرتے رہیں اگر ان لوگوں کو روٹی مل، آرام ملا تو شاید پھر ہمیں پریشان کر دیں تو اس طریقے سے سب کو پریشان کریں اور ہم اپنی حکومت کرتے رہیں شکریہ جناب چیئرمین صاحب!

جناب چیئرمین : بہت مہربانی سردار صاحب ۔ اب باقی تو سب میرے خیال میں تقریر کر چکے ہیں ۔ اب شیخ آفتاب صاحب کی باری ہے ۔ نہیں تقریر تو کریں گے بیچارے اتنے دور سے آئے ہیں اور ۹ دن کی سختی بھی کاٹ کر آئے ہیں ۔ نماز کا کیا کیا جائے ۔ اگر بعد میں ہو سکتی ہے تو پھر شروع کرتے ہیں ۔ شیخ صاحب آپ ترامیم پر بولیں گے؟

جناب آفتاب احمد شیخ : جناب، بات یہ ہے کہ طریق کار تو دونوں کی اجازت ہے ۔ ترامیم بعد میں بھی پیش کی جا سکتی ہے اور پہلے بھی ۔

جناب چیئرمین : نہیں وہ یہ ہے ناں کہ اگر آپ پہلے بولیں تو پھر ترامیم پر آپ کو بہت تھوڑا وقت دیا جائے گا ۔

جناب آفتاب احمد شیخ : وہ تمام باتیں میں پہلے عرض کروں گا ترامیم بعد میں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ ------

میاں رضا ربانی : شیخ صاحب، دونوں کو ایک میں کر لیں تو بہتر ہے ۔

جناب چیئرمین : ہاں ٹھیک ہے ۔ بات وہی بنتی ہے ۔ یہ ساری چیزیں آپ کہنا چاہتے ہیں آپ اپنی تقریر میں کر دیں جو ترامیم پر کہنا ہے ۔

(مداخلت)

1518 / Senate 10-1 (10)

جناب آفتاب احمد شیخ : جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے موقع دیا اور ۹ دن کی اس پریشانی کو بھی سامنے رکھا۔ بات یہ ہے جناب کہ جو صورتحال آپ کے سامنے ہے اور جو تقاریر ہوئی ہیں۔ ان میں کم و بیش بہت ساری باتیں بار بار ہوئی ہیں۔ میں ان باتوں کو دوبارہ عرض نہیں کروں گا سوائے اس کے کہ کراچی کی جو situation ہے اس پر گفتگو کی جا چکی ہے لیکن میں اس پر اپنے انداز سے کروں گا۔ اس لیئے کہ براہ راست میرا تعلق اسی علاقے سے ہے۔ مجھے اس صورتحال پہ بات کرنا میرے لئے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جو اور معاملات ہیں اس پر بالکل سرسری انداز سے میں اپنی بات کروں گا حالانکہ آپ نے کسی کو بھی نہیں روکا ہے سب نے اپنی تقاریر کی ہیں اور مجھے آپ نے موقع فراہم فرمایا تو ادھر سے مختلف باتیں شروع ہوئیں مگر میں خود چاہوں گا کہ اختصار سے بات کروں۔

محترم چیئرمین! مجھے تو ۹ دن گھر رکھا گیا ہے جبکہ یہاں اجلاس چل رہا تھا۔ میں عرض کر رہا تھا جناب کہ میں پہلے بھی اپنی تقاریر میں یہ باتیں عرض کر چکا ہوں اور آج مجھے جو موقع دیا ہے آپ نے میں دوبارہ ان کو کہوں گا کہ یہ admitted پوزیشن ہے۔ یہ بات admitted ہے at the level of the PM کہ کراچی شہر میں مختلف فورسز ہیں جنہوں نے کراچی شہر کے امن کو بگاڑ رکھا ہے۔ میں نے اس کا حوالہ دیا تھا پچھلی تقاریر میں اور میرے پاس ان اخبارات کے تراشے آج بھی موجود ہیں کہ وزیراعظم نے at the level of PM یہ بات کہی گئی ہے کہ وہاں جب سے ڈرگ کو up-roots کیا ہے، آپریشن کیا ہے یہاں پر نادرن ایریا کے اندر تو کراچی میں بد امنی بڑھی ہے نمبر ایک۔ دوسری بات یہ کہی جا رہی ہے کہ چونکہ وزیر اعظم نے اور اس حکومت نے کشمیر کا ایشو بڑے موثر طریقے سے اٹھایا ہے لہذا اس کو کمزور کرنے کے لئے کراچی کی situation کو پیدا کیا گیا ہے۔ تیسری بات بھارت کا ہاتھ بتایا جا رہا ہے براہ راست PTV اور پاکستان کے ذمہ داران حکومت نے باقاعدہ نام لیکر بھارت کا کہ انہوں نے کراچی میں، کراچی کی دہشت گردی میں بھارت ملوث ہے۔ پھر وہاں کے جو لوکل معاملات ہیں وہ چوتھا fact ہو سکتا ہے۔ لیکن میں آپ سے عرض کروں گا کہ categorically تمام ذمہ داران، خاص کر وزیراعظم کا یہ بیان ہے کہ بھارت، ڈرگ مافیا انہوں نے کراچی کا امن برباد کر دیا ہے۔

محترم چیئرمین! بات یہ ہے کہ کراچی کے مسئلے کو سدھارنے کے لئے اگر کراچی کا مینڈیٹ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ کراچی سے جو لوگ منتخب ہوئے ہیں یا جو پارٹی منتخب ہوئی ہے

جس کے وہاں پر ۲۵ منتخب ممبران صوبائی اسمبلی ہیں - ان کی اس جمہوری حکومت نے ان کے حق کو تسلیم نہیں کیا جاتا ہے کہ وہ کراچی کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان کے لیڈر پر یکے بعد دیگرے مقدمات بنائے جاتے ہیں - آپ حیران ہوں گے کہ اشتیاق اظہر جیل میں ہے ' سینیٹر نسرین جلیل جیل کے اندر اور کراچی کے موجودہ حالات میں جو مقدمات درج کئے گئے ہیں ان میں پھر سینیٹر اشتیاق اظہر کو دہشت گردی کے الزام میں ملوث کیا گیا ہے - اور یہی دہشت گردی کا الزام نسرین جلیل پر ڈالا گیا ہے - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی جیل کیسی ہے 'آپ کا Home Department کیسا ہے ؟ آپ کا control کیسا ہے؟ اگر سینیٹر اشتیاق اظہر اب بھی دہشت گردی کر سکتے ہیں نکل کر تو آپ کو حکومت سے مستعفی ہو جانا چاہئیے- میری عرض یہ ہے کہ بات صرف اتنی ہے کہ کراچی میں جو کچھ ہو رہا ہے- وہ اس فورس کو اس طاقت کو اس unity کو یہی unity جو ایم کیو ایم کی ہے' ایم کیو ایم ایک فورس بن کر جو سامنے آئی ہے اس کو ختم کرنا ہے - لہذا حقیقت سے چشم پوشی ہے - سامنے کی بات نہیں دکھائی دیتی کہ یہ فورس ہے اس سے بات کرنی ہے - اس سے بات کرکے معاملے کو سلجھانا ہے - ختم کرنا ہے بجائے اس کے صرف cases ہیں- اشتیاق اظہر پر cases ہیں نسرین جلیل پر cases ہیں- تمام leadership پر including الطاف بھائی سب پر cases ہیں-ڈھیروں cases کا انبار ہے- ابھی سولہ سولہ اٹھارہ اٹھارہ پچاس پچاس cases کرنے کے بعد بھی حکومت کا دل نہیں بھرا مزید cases ہیں- ٹھیک ہے اگر cases سے ہی کراچی کا مسئلہ سلجھا سکتے ہیں تو سلجھائیں-

میں تھوڑی سی فگرز دینا چاہتا ہوں- کراچی کے حوالے سے کہ پندرہ دسمبر تک کا جو death toll تھا وہ ۹۷ء تھا میں ۹۴ء کی بات کر رہاہوں- اس کے بعد آئیے آپ پہلی جنوری ۹۴ء سے ۲۲-۱۱-۹۴ء تک کراچی کی فگرز یہ تھیں 1776 murders ۹۶۲ اغواء 103 relegious targets, 1890 decoities, 1621 car thefts, 63 police people cases یہ اس period کی figures آپ کودے رہاہوں- اور آپ نے ابھی چھبیس افراد کے لئے دعائے مغفرت کی تھی - میں آپ کی تصحیح کروں گا اور اس ہاؤس کی بھی تصحیح کروں گا اور یہ عرض کروں گا کہ پچھلے ہفتے سے لے کر آج تک یعنی کل تک جب میں وہاں تھا چھیاسی افراد مر چکے ہیں- 86 جن کی تصدیق کی گئی ہے - باقی کتنے مرے اور لاشیں کہاں کہاں ہیں- لاشیں ملیں کہ نہیں ملیں- ان کو چھوڑ دیں آپ ایک سو تین گاڑیاں جلیں اور کراچی میں جو بدامنی پھیلی ہوئی ہے- اس کا کوئی حساب

نہیں ہے ۔ سوال یہ ہے جناب والا! کہ جو حالات سامنے ہیں۔ ان کو اگر نمٹانا ہے واقعی ان معاملات کو نمٹا نا ہے تب تو بات ہوسکتی ہے ۔ تب تو سب کچھ ہو سکتا ہے ۔اور ان تقاریر کاواقعی کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ جناب چیئرمین! یہی نہیں بلکہ یہ کہا گیا کہ ۱۲۱ اے CRPC ایک سیکشن incorporate کیاگیا اور یہ سیکشن جناب چیئرمین! incorporate ہوا ۱۹۸۸ میں۔ ۱۹۸۸ میں مجھے اچھی طرح یاد ہے ۔ یہ Ordinance No. 15 of 1988 تھا ۔ اس کے بعد یہ Ordinance lapse کر گیا ۔ President Ishaque اس زمانے میں president تھے ۔ انہوں نے اس کو re-promulgate کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن Supreme Court کی رولنگ کے باوجود------- میں یہاں کوئی قانونی بحث نہیں کرنا چاہتا لیکن میں اس رولنگ کا حوالہ دیتاہوں۔ جناب ربانی صاحب نے وہ کتاب منگوا کر لائبریری سے پڑھی ہے۔ کیونکہ ایک آرٹیکل اس پر آیا ہے ۔اس رولنگ کا اس آرٹیکل میں حوالہ ہے ۔

You can not promulgate and re-promulgate and re-promulgate an Ordinance. This is not the power of the President. There is the decision of the Supreme Court on this issue.

یہ منگوا کر پڑھی ہے میں زیادہ اس پر بحث نہیں کرنا چاہتا ۔ لیکن یہ آرڈیننس جو ۱۹۸۸ء میں نافذ کیا گیا۔ یہ پھر نافذ کیا گیا ہے ۔ آپ کے سامنے laid on کیا گیا ہے ۔ میں نے کاپی حاصل کی اس آرڈیننس کی ۔ اس سے پہلے بھی تین چار دفعہ اسی آرڈیننس کو repeat کیا ۔ جو ۲۸ مئی ۹۲ء سے law enforcement agencies کو اختیارات دیئے ۔ موجودہ آرڈیننس میں تھوڑی سی ترمیم کی ہے انہوں نے اور ترمیم میں آپ کو تھوڑا سا بتاتا ہوں۔ انہوں نے definition میں تھوڑی سی ترمیم کر دی ہے اور یہ کہا ہے کہ رینجرز کو بھی law enforcement agencies کے دائرے میں اس ترمیم کے حوالے سے شامل کر دیا گیا ہے ۔ یہ تھوڑی سی ترمیم کی ہے باقی سارے کا سارا آرڈیننس ویسے کا ویسا repromulgate کر دیا گیا ہے۔ دوبارہ کر دیا ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے میرا کہ commitment ہی نہیں ہے کہ کراچی کی situation کو defuse کیا جائے۔ commitment ہی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اختیارات دے دیئے جائیں مختلف نوعیت کی law enforcement agencies کو تاکہ وہ مارا ماری کریں تاکہ وہ لوگوں کو ختم کریں تاکہ وہ لوگ بجائے اس کے کہ امن اور peace ہو جہاں ایک تمیز سے بات ہو سکتی ہے وہاں وہ تباہ سے

گولی مار دیں۔ آپ کو پتا ہے جناب چیئرمین custodial killing کتنی ہو رہی ہیں persons in custody آپ کی law enforcement agencies مقابلہ دکھا کے، جعلی مقابلہ، سب ہی جعلی مقابلہ دکھا کے دھاڑ دھاڑ گولی مار دی جاتی ہے۔ تو مجھے یہ فرمائیں کہ کس طرح کراچی کی situation سدھرے گی۔ کراچی کی situation تو جب سدھرے کہ آپ مجھے اپنا سمجھیں اور میں آپ کو اپنا سمجھوں، آپ میرا درد سنیں۔ نہ حل کریں، مسئلے کو نہ حل کریں لیکن میرا درد سن لیں پیار سے تھپکی دے دیں مجھے بٹھا کے بات کرلیں مجھ سے۔ مجھے جب آپ باہر کا سمجھیں گے، مجھ سے آپ بات کرنے کو تیار نہیں ہوں گے، مجھ سے رواداری کا آپ سلوک نہیں کریں گے، مجھے آپ جیسے میں نے عرض کیا کہ گولی ٹانگ میں مارنے کی بجائے سیدھی سینے پہ ماریں گے، پندرہ سال کے بچے کو اٹھارہ سال کے بچے کو بیس سال کے بچے کو تو ظاہر ہے situation یہی ہو گی جو ہو رہی ہے۔

میں جناب وزیر قانون کی اس بات سے متفق ہوں کہ اگر راکٹ لانچر چلیں گے تو ظاہر ہے جو ذمہ دار ہیں ان کو پکڑا جانا چاہئیے اس لیے کہ وہ شہر ہے کوئی محاذ جنگ نہیں ہے وہاں پہ کہ راکٹ لانچر چلنے چاہئیں۔ لیکن راکٹ لانچر میں جو لوگ ملوث ہیں چلانے میں اس کے حوالے سے بجائے اس کے کہ ایک ایک محلہ ایک ایک گھر آپ پورے کے پورے district کو گھیر کے اور ایک ایک گھر کی تلاشی لیں۔ ایک ایک گھر کی عورت کی بے عزتی کریں اس کے قیمتی زیورات لوٹیں اس کے پیسے لوٹ لیں جو ملا عزیز رشتہ دار اس کے ساتھ یہ سلوک کریں گرفتار کر کے لے جائیں اور تھانوں میں رشوت کا بازار گرم ہو۔ تو پھر کہتے ہو کہ تم وفادار نہیں تو تم بھی تو وفادار نہیں ہو، دلدار نہیں ہو۔ میری عرض یہ ہے کہ یہ ہے صورتحال جو میں کراچی کے حوالے سے عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ ان حالات کے پیش نظر کراچی میں معاملات کا escalation ہو رہا ہے۔ کراچی میں لوگ چھری پھروا لیں، اگر میں دیکھ بھی رہا ہوں کہ یہ فلاں آدمی اس کام کو کر رہا ہے تو میرا commitment کوئی نہیں ہے میرا involvement کوئی نہیں ہے اس کے اندر۔ میری کوئی sincerity نہیں اس معاملے میں۔ میرے ساتھ چونکہ اس طرح کا برتاؤ ہو رہا ہے میں چپ کر کے بیٹھا ہوا ہوں اپنے گھر میں۔ تو یہ ہیں میری معروضات کراچی کے حوالے سے۔ تو بات یہاں آ کے ختم ہوتی ہے محترم چیئرمین کہ کراچی کا mandate تسلیم کریں۔ کراچی کے لوگوں کے ساتھ یا اس پارٹی کے نمائندوں کے ساتھ زیادتی ختم کریں جیسا کہ ابھی حالیہ

میرے ساتھ زیادتی ہوئی اب ہم سب کے اوپر مزید نئے cases تھونپ دیئے گئے۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ آپ نے جو cases تھونپے اس سے کیا فائدہ ہوا آپ کو؟ آپ نے میرے اوپر cases ڈالے یا سینیٹر اشتیاق اظہر پر cases ڈالے یا نسرین جلیل پر یا اورسینیٹرز پر یا MPAs, MNAs پر cases ڈالے اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کسی نے کچھ gain نہیں کیا اس سے۔ سوائے اس کے کہ نفرتیں بڑھی ہیں۔ ہاں اگر آپ بیٹھ کے بات کرتے سہولت سے تو بات کچھ حل ہو سکتی، ہم بات کے حل کرنے کی طرف جائیں گے۔

جناب چیئرمین! میں آپ سے عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ یہاں پر تو ایف آئی آروں کی فیکٹری چالو ہے۔ یہاں بیٹھ کے کیا بات کر رہے ہیں بات تو وہاں کنٹرول کرنے کی ہے۔ جس کو ہونا چاہیئے۔ لہذا جناب صدر نے جو اس دن تقریر کی تو وہ صوبہ یا وہ جگہ جو جل رہی ہے اس کا کوئی حوالہ نہیں تھا تقریر میں۔ کراچی کا کوئی حوالہ نہیں تھا، سندھ کی law and order situation کا کوئی حوالہ نہیں تھا اورجناب چیئرمین یہاں میں یہ بات واضح کر دوں کہ جب 6 اگست ۱۹۹۰ کو پیپلزپارٹی کی حکومت dismiss کی گئی اور نیشنل اسمبلی کو dismiss کیا گیا تو اس وقت dismissal order میں صدر اسحاق نے سندھ کی situation کو کنٹرول نہ کرنے کا بھی ایک charge لگایا تھا۔ وہی صورتحال آج بھی پیش ہے۔ وہی بات آج بھی پیش ہے۔ آج بھی سندھ کی صورتحال کو بجائے اس کے کہ dissolve کریں، اس کو defuse کریں، اس کو کنٹرول کریں وہی بات ہے۔ تو یہ کراچی کے حوالے سے میری معروضات تھیں۔ جناب چیئرمین اور دوسری باتیں جو میں آپ سے عرض کرنا چاہ رہا تھا۔ چھاپے گرفتاری، اور دوسری باتیں، تو میں آپ سے عرض کر چکا کہ صدر محترم کی تقریر کمابت کے حوالے سے، پارلیمنٹری پریکٹس کے حوالے سے، یہ تقریر ظاہر ہے گورنمنٹ پالیسی ہوتی ہے۔ صدر جو کچھ کہتا ہے وہ گورنمنٹ پالیسی کی نشاندہی کرتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ موجودہ گورنمنٹ کی آئندہ آنے والے مہینوں میں یا سال میں یہ official policy ہے۔ اس آفیشل پالیسی میں محترم چیئرمین! جس بات کی کمی محسوس کی گئی۔ جس بات پر سرے سے کوئی ڈسکشن ہی نہیں تھا اور جو بہت اہم معاملات تھے۔ ان میں سے میں نے ابھی اپنی amended قرار داد میں حوالہ دیا ہے۔ جیسے میں نے کراچی کی لاء اینڈ آرڈر situation، فارن پالیسی، پرائیویٹائزیشن پر کوئی بات نہیں کی گئی، این پی ٹی کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی گئی۔ این پی پی کے حوالے سے کوئی پالیسی سٹیٹ منٹ نہیں

تھا۔ سی ٹی بی ٹی کے حوالے سے کوئی پالیسی سٹیٹ منٹ نہیں تھا۔ ڈیفنس کے معاملات یا ڈیفنس priority کے حوالے سے صدر نے کوئی بات نہیں کی۔ ڈیفنس کے بارے کوئی بات نہیں کی۔ inflation جو آج اخبارات کہہ رہے ہیں کہ اس ملک میں 14% سے اوپر ہے۔ اس کو کیسے کنٹرول کیا جائے گا۔ inflation کو کنٹرول کرنے کے لیے گورنمنٹ کیا اقدامات تجویز کرتی ہے۔ اس کا کوئی حوالہ نہیں تھا۔ ان کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ جو قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ غریب آدمی مہنگائی کے بوجھ تلے کچلا جا رہا ہے۔ اس بات پر بھی کوئی گفتگو نہیں ہے کوئی حوالہ نہیں ہے اور ملکی معاملات میں فارن پاورز کا جو intervention جس کا میرے تمام دوستوں نے حوالہ دیا۔ اس کی بھی کوئی بات نہیں کی گئی اسی طریقے سے بہت سے ضروری معاملات کہ آگے قانون سازی میں حکومت کی پالیسی کیاہے۔ کن کن subjects پر law آئے گا۔ جو صدر کی تقریر میں ہونا چاہیئے یعنی کتابیں تو یہاں تک آگے چلی گئی ہیں کہ اگر بات mention نہیں کی گئی ہے تو گورنمنٹ ان معاملات پر legislation لا نہیں سکتی۔ کتابیں یہاں تک کہتی ہیں کوئی گورنمنٹ پالیسی کی وضاحت نہیں ہے۔ نہ ان معاملات میں وضاحت ہے نہ legislation کی مزید پالیسی کے بارے میں کوئی وضاحت ہے۔

جناب ان حالات میں پوری تقریر میں سوائے گورنمنٹ کی مدح سرائی کے دوسری اور کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے علاوہ جو بنیادی بات ہے وہ یہ ہے کہ صدر پاکستان نے ابھی جو یہاں آ کر میں نے باتیں سنیں اور اس سے پہلے بھی ہم ۲۸ سینیٹرز نے جناب کے سیکرٹیریٹ میں قرارداد جمع کرائی تھی کہ آرٹیکل ۸۹ کا بے جا استعمال ہو رہا ہے۔ legislation جو صدر پاکستان اس پارلیمنٹ کی جگہ کر رہے ہیں وہ بالکل ناجائز ہے غلط ہے۔ ان کو نہیں کرنا چاہیئے اس لئے جن حالات میں جن واقعات نے جس صورت حال میں آرٹیکل ۸۹ ان کو آرڈیننس promulgate اختیارات دیتا ہے وہ exist نہیں کرتے اور صدر پاکستان نے خالی اس سیشن میں ابھی سینٹ کے سامنے میری اطلاع کے مطابق ۵۵ آرڈیننس place کیے گئے ہیں اور اس سے پہلے تیرہ تیرہ چودہ چودہ، پندرہ پندرہ آرڈیننس کا لاٹ سینٹ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! صدر محترم کے اختیارات legislate کرنے کے بالکل conditional ہیں۔ اس ایمرجنسی کے تحت جب پارلیمنٹ کسی وجہ سے exist نہ کرتی ہو سیشن میں نہ ہو اور ایک دم immediate قانون سازی کی ضرورت پڑ جائے تو آرڈیننس کا نفاذ ہوتا ہے۔ اب تو جناب چیئرمین صورت حال یہ ہو گئی ہے۔

کہ پہلے سوال یہ تھا کہ آیا صدر کے یہ اختیارات کہ وہ آرڈیننس نافذ کر سکتا ہے ۔ is subject to judicial review or not یہ سوال جو ہے صابر شاہ کے دونوں کیسز کے بعد جو رپورٹ ہوئے ۱۹۹۴ء سپریم کورٹ اور ۱۹۹۵ء سپریم کورٹ اور انڈیا کی سپریم کورٹ میں دو کیس اس پوائنٹ پر رپورٹ ہوئے ۔ ایک RAW کا کیس ہے ۔ اس سے پہلے ایک اور کیس ہے۔ ان دو کیسز میں دو انڈیا کے اور دو یہاں کے یہ بات اب واضح ہوگئی ہے کہ subjective satisfaction صدر کا اگر ان objective circumstances سے axis نہیں رکھتا ہے تو issue of promulgate کرنے کا یا ایمرجنسی نافذ کرنا 233 or 234 میں it is subject to challenge, it is subject to judicial review. میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ یہ کورٹ نہیں ہے کہ میں آپ کے سامنے تفصیلی اس معاملے میں جاؤں ۔ لیکن یہ بات کہ پارلیمنٹ کی ضرورت ہے یا نہیں ۔ اس لئے کہ جب صدر صاحب نے اپنے اوپر یہ بات لے لی ہے ۔ کہ ہر مقصد کے لئے آرڈیننس کا نفاذ کیا ہے ۔

میں نے آرڈیننس دیکھے ہیں ۔ ایک pesticides کا آرڈیننس ہے ۔ جو ابھی اس کے اندر میں نے دیکھا ہے ۔ اور ایسے ایسے تمام subjects پر جن پر کوئی emergency نہیں کچھ نہیں۔ اور صدر صاحب نے آرڈیننس دے رکھے ہیں ۔ آرڈیننس کی فیکٹری اور مشین بن ہوئی ہے ۔ میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ صدر محترم کو اپنے اختیارات کا جو انہیں دستور دیتا ہے انہیں اس دائرے کے اندر استعمال کرنا چاہیئے۔ جس دائرے کے اندر انہیں دستور دیتا ہے ۔ میں ان تمام باتوں کی اور اس کے علاوہ چونکہ حکومت نے تمام crucial issues پر کوئی پالیسی نہیں دی صدر کی تقریر میں کوئی حوالہ ہی نہیں ہے ۔ اس لئے مجھے مجبوراً جناب چیئرمین! میں نے یہ قرار داد پیش کی ۔ اور اس قرار داد میں میں نے یہ کہا کہ motion of thanks جو پیش کیا گیا ہے ۔ اس موشن کو amend کرنا چاہیے۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ پچاس سال میں یہ پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ صدر کا motion of Thanks میں ترمیم تجویز کی گئی ہیں ۔ دو تین ترامیم پیش کی گئی ہیں ۔ ایک میرا دوسرا شاید خورشید صاحب کا ہے ۔ یہ بالکل حقائق سے main issues سے ہٹ کر ہو صدر پاکستان جب دو ہاؤسسز کو خطاب کررہا ہے ۔ پارلیمنٹ کو ایڈریس کر رہا ہے۔ which composed of both the Houses اور اس میں کوئی بات کوئی جان نہیں ہوگی ۔

سوائے اس کے کہ حکومت کی تعریف ہو ۔ main issues کو side lines کردیا جائے تو ظاہر ہے موشن میں ترمیم آئے گا ۔ ظاہر ہے بات کی جائے گی کہ جناب یہ تو بالکل تقریر اصل بات سے ہٹ کر ہے ۔ main issues کو avoid کیا گیا ہے ۔ اب میں آپ کی اجازت سے اس موشن کو پڑھنا چاہتا ہوں ۔----

جناب چیئرمین۔پہلے میرا خیال ہے اس طرح کرلیں کہ اس کا جواب دے دیں ناں تو ----

جناب آفتاب احمد شیخ۔جناب بات یہ ہے کہ پہلے آپ میری پوری بات سن لیں۔

جناب چیئرمین۔جی جی ۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔میں اس موشن پر اس سلسلے میں کہنا کیا چاہتا ہوں ۔ بات یہ ہے کہ موشن موو کرنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے ۔ کہ جو کچھ مجھے اعتراضات ہیں صدر کی تقریر پر ' زبانی آپ نے مجھے کہنے کا موقع دیا وہ میں نے کہہ دیا۔ اور جو دستوری اور آئینی اور رولز کے مطابق جو طریقہ کار ہے ۔ میں اس موشن کو پیش کرنے کی ترمیم کرنے کی درخواست پیش کرتا ہوں ۔ وہ میں نے موو کیا ۔ اب میں اس کو پہلے آپ سے عرض کروں گا ۔ مجھے پڑھنے دیں ۔ پڑھنے کے بعد پھر میں اس بات کو conclude کروں کہ آیا I am placing this motion before the House or not or am I seeking leave of the House.

جناب چیئرمین۔میرا خیال ہے اس طرح کرتے ہیں ۔ طریقہ کار تو یہ ہے کہ اب لاء منسٹر اس کو wind up کردیں گے ۔ اس کے بعدمیں آپ کو ترمیم پیش کرنے کی موشن پیش کرنے کی دوں گا ۔ پڑھ کر پھر آپ فیصلہ کرلیں کہ آپ نے اس کو مزید پریس کرنا ہے یا نہیں ۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔جی بہتر ہے جی ۔ جناب میں یہ عرض کررہا تھا کہ بات صرف اتنی ہے کہ یہ حکومت جو انتقامانہ پالیسی follow کررہی ہے ۔ اس صوبے کے اندر ' حکومت کو اتنی بڑی آبادی جس کی آبادی کوئی ڈیڑھ کروڑ ہے ۔ صوبہ سندھ کے اندر ' اتنی بڑی آبادی نے صرف تین یا چار الیکشن میں اپنا مینڈیٹ بتایا ۔ اب آپ بار بار یہ کوشش کررہے ہیں کہ ان کو توڑو ' پھوڑو ' چھاپے مارو ' ان کے دفاتر بند کرو ۔ ان کو سیل کرو ۔ ان کے لیڈرز کو گرفتار

کرو۔ جو کچھ دیوار پر لکھا ہوا ہے اسے کیوں نہیں پڑھتے ہو آپ؛ تو میں صرف اتنی عرض کروں گا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آج کا ' کیونکہ صدر کے موشن پر تقریر کرنے کے لئے کوئی fixed matter subject نہیں ہے ۔ میں بول سکتا ہوں ۔ لہذا میں یہ عرض کروں گا کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اور جو کچھ آپ نے میرے ساتھ کیا ہے کہ نو دن زبردستی مجھے بند رکھا ۔ اور مجھے یہاں نہیں لایا گیا۔

جناب چیئرمین۔ جناب این ڈی خان صاحب۔

جناب این ڈی خان۔ جناب چیئرمین' آپ کا شکریہ' صدر مملکت کے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب پر بڑی سیر حاصل گفتگو ہوئی ہے اور دونوں جانب سے مختلف موضوعات اور نکات کے اوپر روشنی ڈالی گئی اور میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ اس ایوان کے ہر رکن نے تقریر کی ہے اس لیے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ تاخیر سے ہونے والے اس اجلاس کی کارروائی میں کوئی تفصیلی تقریر کروں۔ اور ضرورت اس وجہ سے نہیں ہے کہ مختلف نکات جو اس جانب سے مختلف معزز اراکین سینٹ نے اٹھائے ہیں ان پر کم و بیش حکومتی حلقوں کے سینٹرز نے وضاحتیں بھی کی ہیں ۔ مثال کے طور پر اقتصادی پالیسی کا احاطہ کیا گیا ہے تو جیسا کہ میرے نوٹس میری یاد دہانی کراتے ہیں مسٹر پراچہ نے حکومت کی جانب سے تفصیلی طور پر اقتصادی پالیسیز کے سلسلے میں جو نکات حزب اختلاف کی طرف سے اٹھائے گئے تھے ان کے بڑے جامع اور logical جوابات دیئے اور وہ اس ہاؤس کو اپنی تقریر کے ذریعے یہ ادراک فراہم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں کہ حکومت نے ایک جامع اور موثر اقتصادی پالیسی اختیار کی ہے اور نج کاری کے ذریعے سے ملک کی صنعت کو فروغ دیا ہے اورصنعت کاروں کو اس بات کا incentive دیا ہے کہ وہ قومی اقتصادی تعمیر میں بھر پور طور پر حصہ لے سکیں اور اسی نج کاری کی پالیسی اور liberal economic policies کا نتیجہ ہے کہ حکومت نے اب تک جو MOUs sign کیے ہیں ان کے مطابق پاکستان میں تقریبا" تیس بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ گزشتہ دنوں میں خود وزیر اعظم کے امریکہ کے دورے کے دوران جو MOUs sign ہوئے ہیں وہ اس بات کی یقین دہانی کراتے ہیں کہ بیرونی سرمایہ کاروں کو پاکستان کی اقتصادی پالیسی پر نہ صرف اعتماد ہے بلکہ انہیں پکا یقین ہے کہ یہ ایک ایسی منڈی ہے جہاں محفوظ سرمایہ کاری کی جا سکتی

ہے اس لیے میں اقتصادی پالیسیوں کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ۔

علاوہ ازیں اس جانب سے اٹھائے گئے سوالات جن کا بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ملک کی خارجہ پالیسی سے ہے ان کے متعلق میں انتہائی مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ 19 ماہ کی قلیل مدت میں وزیر اعظم محترمہ بےنظیر بھٹو کی حکومت نے خارجہ امور میں جو مثبت اور fundmental steps لیے ہیں ان کے نتیجے میں آج پاکستان isolation سے نکل کر ایک دفعہ پھر عالمی اور اسلامی برادری میں ایک معزز اور effective رکن کی حیثیت سے جانا اور پہچانا جاتا ہے ۔ بہت سے دوستوں نے امریکہ کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے پاکستان کی موجودہ خارجہ پالیسی کو نشانہ ہدف بنایا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان اور امریکہ کے درمیان یہ وہ خارجہ پالیسی ہے جس کے حصول کے لیے سابقہ حکومت پوری جدوجہد کرتی رہی ہے لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود انہیں اس سلسلے میں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی ۔ تو جب Indo-Pak relations یا American Pak relations یا مسلم برادری میں پاکستان کے تعلقات ، اسلامی بلاک کے حوالے سے یا علاقائی اعتبار سے پاکستان کی خارجہ پالیسی کا حوالہ دیا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک نامناسب تنقید ہوتی ہے ۔ پاکستان بالکل isolate ہو گیا تھا بلکہ پاکستان terrorist country declare کی جانے والی اس فہرست میں تھا کہ جس سلسلے میں بارہا بھارت کوشش کرتا رہتا ہے کہ امریکہ کے حلقوں میں پاکستان کو terrorist list پر رکھا جائے اور اسے ایک دہشت گرد ملک قرار دیا جائے تاکہ اقتصادی ترقی اور عالمی برادری میں جو اس کا کردار ہے اور اسلامی بلاک میں جو اس کا مقام ہے اس کو eclipse کیا جا سکے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت unkind بات ہے اور غیر منصفانہ بات ہے کہ موجودہ حکومت کی خارجہ پالیسی کو جس طرح سے حزب اختلاف کے احباب depict کرتے ہیں وہ درست نہیں ہے ۔

خارجہ پالیسی ایک ایسا شعبہ ہے کہ جس میں قومی مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حزب اختلاف کو بھی تعاون کرنا چاہیئے اور بہت سے ایسے موضوعات ہیں کہ جن کے اوپر موجودہ حکومت نے کوشش کی ہے کہ حزب اختلاف ان کے اوپر تعاون کرے کیونکہ اس پر قومی consensus موجود ہے ۔ موجود حکومت کی نیوکلیر پالیسی ایک کامیاب ترین پالیسی ہے اور یہ کہنا درست نہ تھا جوکہ شروع میں حزب اختلاف کی طرف سے واویلا اٹھایا گیا تھا کہ پاکستان نے اپنی جوہری صلاحیت کو معطل کر دیا ہے اور موخر کر دیا ہے یا مسترد کر دیا ہے جو اس کو حاصل ہے ۔ وہ

صلاحیت بدستور ہمارے پاس ہے اور پر امن مقاصد کے لئے اس صلاحیت کو استعمال کرنے کا حق پاکستان نے محفوظ رکھا ہے ۔ پاکستان کے اوپر NPT کا وہ دباؤ نہیں ہے جو گزشتہ حکومت کے دور میں نہ تھا۔ آپ خود دیکھیں کہ وزیر اعظم کے حالیہ امریکی دورے کے حوالے سے کہ امریکن ایڈمنسٹریشن جو ہے وہ پاکستان کے ساتھ اپنے تعلقات کو formulate کرنے کے لئے ایک fresh view اختیار کر رہا ہے ۔ آج ہندوستان کے اوپر بین الاقوامی برادری کا بہت دباؤ ہے بالخصوص کشمیر کے اوپر موجودہ حکومت نے جو گزشتہ دو سال کے اندر جو جد و جہد کی ہے کاش اس میں اگر حزب اختلاف کا تعاون بھی ہوتا تو اسے چار چاند لگ سکتے ہیں لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں کوئی موقعہ فراہم نہ کیا کہ جس سے کوئی جوائنٹ effort ہو سکے ۔ لیکن آج میں یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے کشمیر کے حوالے سے جو پالیسیز اختیار کی ہیں اس میں عالمی برادری میں بھی اور اسلامی بلاک میں کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ ہندوستان کے اوپر اس سے پہلے اتنا پریشر نہیں تھا ۔ اور نہ صرف یہ ہے کہ اس کامیاب کشمیر پالیسی کی وجہ سے occupied Kashmir میں جو indigenous struggle ملی ' بصیرت اور vitality ملی ہے لیکن جب کشمیر کے مسئلے پر بھی ہماری حزب اختلاف اور ہمارے حریف اپنا نقطہ نظر دیتے ہیں تو اس کا مقصد علاوہ اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ قوم کے اندر ایک division create کرنا چاہتے ہیں ' وہ ایک مایوسی کی فضاء پیدا کرنے چاہتے ہیں اس سے زیادہ اور کامیاب پالیسی کیا ہو سکتی ہے جن limitations کے ساتھ ' جن مشکلات کے ساتھ پاکستان کو کشمیر کے اوپر اپنی پالیسی formulate کرنی پڑی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ success maximum نہیں ہو سکتی جب کہ کشمیر کا مسئلہ سرد خانے میں پڑا ہوا تھا لیکن آج یہ مسئلہ جو ہے internationalized ہے ۔ آج ہندوستان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کوئی local مسئلہ ہے ' internal مسئلہ ہے ۔ آج پاکستان نے جو stand لیا ہے کہ جو انتخابات کا ڈھونگ ہندوستان رچانا چاہتا ہے جو plebiscite کا متبادل نہیں ہے اور ساری دنیا کو اس بات کا اعتراف اور perception ہے کہ انتظامیہ سے لے کر اور خطے کے جو دیگر ممالک ہیں ان کا یہ موقف ہے کہ ہندوستان اپنے رویہ پر نظر ثانی کرے ' human rights کے حوالے سے ' سکیورٹی کونسل کے resolution کے حوالے سے اور اسلامی بلاک کے اندر آپ دیکھیں with reference of Casablanca Conference جو اسلامک سمٹ ہوئی ہے جو resolution pass کیا ہے جو

وہاں سے آیا ہے اس کے بعد پوری اسلامی برادری اس بات پر متفق ہے کہ کشمیر declaration ایک متنازع مسئلہ ہے اس کو حل کرنے کے لئے ہندوستان پابند ہے سکیورٹی کونسل کی قرار دادوں کے مطابق جو اہل کشمیر کو plebiscite کا حق فراہم کرتی ہیں ۔

اب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں حزب اختلاف سے کہ وہ کس خارجہ پالیسی کی بات کر رہے ہیں جب کہ سویت بلاک کے back up کے بعد جب ایک سپر پاور کی موجودگی میں ، جب اتنی global and regional changes کی scenario میں کبھی کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے تعلقات آج چائنہ کے ساتھ وہ نہیں ہیں جو روایتی طور پر تھے ۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ایران کے ساتھ وہ تعلقات نہیں ہیں جو ماضی میں تھے ۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ آج اسلامی بلاک میں پاکستان کو وہ پذیرائی نہیں ہے جو ماضی میں تھی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل unfounded بات ہے اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ایران کی خارجہ پالیسی پاکستان کے مفادات سے تعین ہو ، اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ Peoples Republic of China کی خارجہ پالیسی جو ہے وہ پاکستان کی priorities کے مطابق تعین ہو ، یہ میرے خیال میں idealism کی بات ہے اور یہ ایک platonic approach ہے جو realities کے اوپر ہے جو ground میں ہے ۔ آج کی دنیا کے اندر جب ایک single super power ہے ، جب ریجنل مفادات بدل گئے ہیں جب cold war era کا conflict ختم ہو گیا ہے ، جب نئی صدی کے آنے سے پہلے ہر ملک جو ہے اپنی economic صورت حال کو formulate اور foundations اس کی lay down کرنا چاہتا ہے تو ہر ملک کے اپنے interests ہوتے ہیں۔ لیکن اگر آج کوئی تبدیلی ایران کے تعلقات کے حوالے سے ، چین کے تعلقات کے حوالے سے یا پاکستان کے روایتی دوستوں کے حوالے سے اگر نظر آتی ہے تو وہ approach کی تبدیلی ہے ، وہ regional changes جو آئی ہیں ، وہ ہر ملک کے اپنے internal مفادات اور اپنے قومی مفادات ہیں لیکن that is not at the cost of the relations with the Pakistan چنانچہ میں اس فلور سے یہ بات واضح اور واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ آج بھی پاکستان کے چین کے ساتھ وہی روایتی اور گرمجوش تعلقات ہیں جو ماضی میں پائے جاتے ہیں ، فرق صرف اتنا ہے کہ ان کے interest کی approaches تبدیل ہو گئی ہیں اور ہمیشہ ہمیں ان دوست ممالک کی طرف سے یہ یقین دہانی فراہم کی گئی ہے کہ جو بھی تبدیلی آئی ہے ان کے دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات میں that is not at the cost of Pakistan آج بھی جو فوجی اعتبار سے ، اقتصادی اعتبار سے ، سماجی اعتبار سے

سے عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ جو ہمارے تعلقات میں گرمجوشی تھی وہ آج بھی ہے۔

اسی طرح سے ایران کے ساتھ بھی تعلقات ویسے ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ ایران کے صدر نے بھی اس بات کو کہا۔ صدر رفسنجانی کے دورے کی واپسی پر وہاں کے وزیر خارجہ' ان کے سفیر نے بھی' ان کی حکومت نے بھی یہ کہا کہ کشمیر پر ایران کی وہی پوزیشن ہے جو پہلے تھی۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری اپوزیشن قومی مفادات پر بالکل deal in کر کے اپنی پارٹی کے مفادات کے پیش نظر اس قسم کے تاثرات دیتی ہے جس سے ملک اور قوم کے اندر مایوسی پھیلتی ہے۔ بہرحال چونکہ وقت بہت کم ہے اور ضرورت بھی اسوقت نہیں ہے کیونکہ اس جانب سے سینیٹرز نے صدر کی تقریر کے حوالے سے جو جوابی تقاریر کی ہیں ان میں ان سب چیزوں کو پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے۔ اس لئے میں زیادہ تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا۔

ابھی میرے دوست نے کراچی کے حوالے سے کچھ باتیں کی ہیں کہ صدر صاحب نے اپنی تقریر کے اندر اتنے حساس مسئلے کراچی میں امن و امان کے معاملے سے متعلق اور جو ultimately پورے ملک سے تعلق رکھتا ہے اس کا اپنی تقریر میں کہیں تذکرہ نہیں کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ بذات خود صدر' جبکہ ان کی ذمہ داری یہ نہیں ہے' خود صدر مملکت کراچی گئے ہیں' ایک نہیں کئی بار گئے ہیں' وہاں بیٹھے ہیں' وہاں مختلف شعبہ حیات کے لوگوں سے انہوں نے ملاقاتیں کی ہیں' مختلف سیاسی جماعتوں سے ملے ہیں' مختلف سیاسی جماعتوں کے دھڑوں کے نمائندوں سے ملے ہیں' سینیئر شہریوں سے ملاقاتیں کی ہیں' علماء سے ' intelligentsia سے ملاقات کی' بزنس community سے اور سب کو co-ordinate کیا ہے' وہ اکٹھے ہو کر collectively کراچی کے اندر normalley کو return کرنے میں لاء اینڈ آرڈر کو بہتر بنانے میں صوبائی حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ اب جس کی جو ذمہ داریاں ہیں وہ تو نہیں بدلی جا سکتیں۔ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو لیکن امن و امان کی بحالی اور امن و امان کا قیام صوبائی حکومتوں کی ذمہ داری ہے۔ وفاقی حکومت directly ان معاملات میں ملوث نہیں ہوسکتی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ جو اس کے پاس وسائل ہیں ' جو اس کی صوابدید ہے' اس کے مطابق صوبائی حکومتوں کی ضرورتوں کے مطابق یقیناً حکومت اور وفاقی اہلکار ان کی معاونت اور cooperation کرنے کو تیار ہیں۔ تو صدر صاحب خود وہاں پر گئے اور نہ صرف گئے بلکہ ان کے دوروں کے بعد وزیراعظم نے وہاں پر یکے بعد دیگرے دورے کئے' کئی کئی دن تک خود محترمہ وزیراعظم وہاں پر بیٹھی رہیں'

انہوں نے لوگوں سے ملاقاتیں کی ہیں' سیاسی جماعتوں کے ساتھ' technocrates کے ساتھ' سینئر سوشل شہریوں کے ساتھ اور لا اینڈ آرڈر کی میٹنگ conduct کیا ہے اور مشورے بھی کئے ہیں اور اس کے نتیجے میں بتدریج صورتحال میں بہتری پیدا ہوئی ہے اور ان میٹنگوں کے بعد دو تین ماہ تک بہت اچھی صورتحال رہی ہے۔ لیکن چرار شریف کے بعد پاکستان کی قوم نے جو unified demonstration کیا اس کے بعد کچھ reactions بھی آئے ہیں۔ میں نہیں کہتا' جو معزز سینئر نے کہا وزیراعظم کی تقریر کے حوالے سے یا وفاقی وزراء کی تقاریر کے حوالے سے یا صوبائی حکومت کی تقریر کے حوالے سے کہ جناب اس میں اور بھی factors involve ہیں' ڈرگ مافیا بھی involve ہے' unlawful immigrants بھی involve ہیں' illegal, and un lisenced اسلحہ کی موجودگی بھی ذمہ دار ہے اور بھی بہت سارے اسباب ہیں۔ میں ان کی تفصیلات میں جا کر زیادہ وقت consume نہیں کرنا چاہتا۔

معزز سینئر کو جتنا ادراک ہے اس شہر کا اتنا ہمیں بھی ہے۔ جو پرابلم ان کے سامنے ہیں وہ ہمارے سامنے بھی ہیں۔ میں ان کی اس بات سے بالکل اتفاق کرتا ہوں ایک دوسرے کے زخموں کے اوپر نمک نہیں چھڑکنا چاہئے بلکہ مرہم رکھنا چاہئے۔ لیکن یہ بات اس وقت ہو سکتی ہے جب دونوں طرف سے ہاتھ بڑھائے جائیں۔ حکومت نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ وہ مذاکرات نہیں کرنا چاہتی۔ حکومت نے کبھی بھی یہ نہیں کہ جو آپ کے جائز مطالبات ہیں ان سے انحراف کرنا چاہتی ہے۔ ۱۹۸۸ء سے لے کر ۱۹۹۵ تک آپ پیپلز پارٹی کی حکومت یا پارٹی کے حوالے سے دیکھیں ہمیشہ اس بات کی کوشش رہی ہے کہ سندھ کے اندر جو ایک مصنوعی اربن اور rural devoid پیدا ہوا ہے اسے bridge up کیا جائے اور ہم نے کب انکار کیا کہ جن لوگوں کو عوام کی طرف سے مینڈیٹ ملا ہے اس کو قبول نہ کیا جائے' مینڈیٹ تو ہماری reject ہوئی ہے۔ ۱۹۹۰ کے بددیانت اور غیر منصفانہ انتخابات کے نتیجے میں بھی پیپلز پارٹی اکثریتی جماعت کی حثیت سے صوبائی اسمبلی سندھ میں ابھری تھی لیکن اکثریت کو کس طرح سے اقلیت میں جام صادق علی کے ذریعے سے منتقل کیا گیا میرا خیال ہے ان تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ تفصیلات اظہر من الشمس ہیں۔ کس طرح کے دباؤ کے ذریعے سے' کس طرح گرفتاریوں کے ذریعے سے' کس طرح سے بے عزتی کے ذریعے سے ایک اقلیتی گروپ کے ساتھ مل کر اکثریت کے لوگوں کو توڑ کر حکومت بنائی چلائی اور ان کی رحلت کے بعد ان کے جانشین نے نقش قدم پر

چل کر اس حکومت کو چلایا اور اسی دور میں فوج کو لانا پڑا ' اور اسی دور میں چیف منسٹر کی سٹیٹمنٹ ہے کہ ہم کراچی کو پیرس بنا دیں گے۔ اور اس میں وہ لوگ بھی تھے جن کے سلسلے میں آج کہا جاتا ہے کہ ان کی مینڈیٹ کو reject کیا جا رہا ہے۔ ہم نے کبھی بھی کسی کی مینڈیٹ کو reject نہیں کیا۔ آپ دیکھیں ۱۹۸۸ کی صوبائی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کو 2/3rd میجارٹی حاصل تھی لیکن اس کے باوجود ہم نے ایک اتحادی حکومت بنائی۔ چونکہ وہ ایک devoid تھا اور sincerely پیپلز پارٹی چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ ایک فیڈرل پارٹی تھی ' وہ ایک وفاقی پارٹی تھی' وہ کسی خطے کی پارٹی نہیں کسی علاقے کی پارٹی نہیں' کسی لسان' کی پارٹی نہیں' کسی ثقافتی گروپ کی پارٹی نہیں' یہ کسی region کی پارٹی نہیں۔ اس لئے اس کی حکومت چاہے صوبے میں ہو یا وفاق میں ہو اس کا approach پروگرام issues, priorities بالکل ایک ہوتی ۔ اور اسی مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے ۸۸ میں دو تہائی اکثریت کے باوجود بھی ہم نے اتحادی حکومت بنائی۔ اور پھر ۹۳ میں وہی 2/3rd میجارٹی ہماری واپس آئی۔ تب سے اب تک ہم یہی کوشش کرتے رہے ہیں کہ dialogue کے ذریعے سے مذاکرات کے ذریعے سے peaceful parleys کے ذریعے سے کوئی ایسا مفاہمتی فارمولا بنے کہ جس سے اس devoid کو bridge up کرنے کے لئے اتحادی خود بن سکیں۔ ورنہ دو تہائی اکثریت رکھنے والی جماعت پر کیا مجبوری ہوتی ہے کہ وہ اس بات کی کوشش کرے لیکن اسی ادراک کی وجہ سے کہ مارشل لاء نے جس طرح صوبے کو اپنے مفادات کے لئے تقسیم کیا تھا اور پھر in accession of that جو so called سویلین گورنمنٹ آئیں انہوں نے اپنی minority گورنمنٹ کو legitimate کرنے کے لئے سندھ کے اوپر پریشر رکھا' دباؤ رکھا۔ ہم اس devoid کو bridge up کرنا چاہتے ہیں۔ اور آج بھی اگر سیاسی مذاکرات کی بات ہے تو میں یہ ریکارڈ کے طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ مذاکرات کا تسلسل جاری ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ صوبائی اسمبلی کے پیپلز پارٹی کے اراکین میں اور صوبائی اسمبلی کے ایم کیو ایم میں ہی مذاکرات ہونگے اگر ہم کسی سے یہ کہیں کہ عبداللہ شاہ کے ساتھ coordinate کرو تو اس میں سب کی بات تونہیں ہے۔ کیونکہ یہ مسائل اسلام آباد میں بیٹھ کے تو طے نہیں ہو سکتے۔ آپ کو اس لئے کراچی میں بیٹھنا پڑے گا۔ اور جب آپ کراچی میں بیٹھیں گے vis-a-vis تو جو صوبائی اسمبلی کے اندر پیپلز پارٹی کے ایم پی ایز اور ایم کیو ایم کے ایم پی ایز کوئی acceptable فارمولا طے کریں گے۔

اکثر آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہماری طرف سے قیادت ان مذاکرات کی جو چیف منسٹر